صوفی ازم اور علم وادب کا بے باک ترجمان
RAHBARE NOOR
QUARTERLY URDU

अंक 9 | شمارہ نمبر ۹ | वर्ष 03 | جلد نمبر ۳

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

سہ ماہی رہبر نور

مکن پور شریف

سلسلہ اشاعت کا تیسرا سال

Rs. 50-/

APRIL,MAY,JUNE-2022 /// رمضان، شوال، ذی قعدہ، ۱۴۴۳ھ

★ قرآن وحدیث کی روشنی میں مقام علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم
★ شب قدر کے فضائل اور صلوٰۃ التسبیح
★ اللہ کا حرم اور دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مستحکم تاریخ)
★ مذہب اسلام کی ایک اہم تعلیم ''زکوٰۃ''
★ صوبہ بہار اور سلسلہ مداریہ (ایک جائزہ)
★ قطب المدار کی تجریدی زندگی (شریعت کے آئینے میں)

چیف ایڈیٹر ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری دارالنور مکن پور شریف کانپور (انڈیا)

This PDF Download from Madaarimedia.Com

MADAARI MEDIA
The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

Www.MadaariMedia.Com

مداریہ کتب خانہ
واٹسپ گروپ

بفیض روحانی ۔ شہنشاہ ولایت سیّد بدیع الدّین احمد قطب المدار مدار العالمین رض

بیادگار الحاج ڈاکٹر سیّد مرتضیٰ حسین رہبر و الحاجہ سیّدہ نور النہار فاطمہ علیہما الرحمۃ والرضوان

سہ ماہی رہبر نور مکن پور شریف

QUARTERLY
RAHBARE NOOR
URDU

رمضان، شوال
ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ
April, May, June
2022

مجلس کرم نواز

الحاج ڈاکٹر سید مرغوب عالم طیفوری مداری، الحاج سید عظیم الباقی ارغونی مداری، الحاج مولانا سید نور الاخیار بدیعی جلبی، الحاج قاری سید محضر علی وقاری مداری، الحاج مولانا سید مجیب الباقی ارغونی مداری، صوفی سید مسرت حسین فنصوری، الحاج سید اختیار احمد ارغونی مداری، خواجہ سید مصباح المراد ارغونی مداری، مولانا سید شہرت حسین ارغونی مداری، ڈاکٹر سید انتخاب عالم مرغوبی مداری۔

مجلس ادارت

چیف ایڈیٹر
ابوالمشرب سیّد مقتدا حسین جعفری

مینیجنگ ایڈیٹر
ڈاکٹر سیّد اقتدا حسین جعفری عامر

ایڈیٹر
مفتی سیّد نثار حسین جعفری مداری

جوائنٹ ایڈیٹر
مولانا سیّد ازبر علی مداری

سرکلیشن مینیجر
سیّد شعب غازی مداری
و
سیّد قمر حسین جعفری

مجلس مشاورت

مولانا سیّد انتخاب عالم ارغونی
مولانا سیّد محمد توثیق فنصوری
سیّد موجود عالم محبوبی مداری
مولانا سیّد اظہر علی منظری وقاری
الحاج سید سید الانوار طیفوری مداری
مولانا سیّد ظفر مجیب ارغونی
مفتی ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری
مفتی الشاہ غلام یحییٰ مصباحی وقاری بلرام پور
مفتی خوشنود خاں مشربی مداری بریلی
مفتی شاہد رضا مشربی مداری بریلی
و عزت مآب مشائخ مکن پور شریف

OWNER
PRINTER &
PUBLISHER
MUQTIDA HUSAIN
JAFRI
BY PRINTED -
INSHA PRINTERS
91/4 HIRA MAN
PURWA, KANPUR
&
PUBLISHED
FROM-VILL.
&
POST. MAKANPUR
KANPUR

EDITOR-MUQTIDA HUSAIN JAFRI
9956677119

ALL DISPUTED
MATER IN VALID
KANPUR JURISDICTION

ایڈیٹر، پبلشر و پرنٹر مقتدا حسین جعفری نے انشاء پرنٹرس 91/4 ہیرامن کا پوروہ، کانپور سے چھپوا کر دفتر رہبر نور مکن پور شریف سے جاری کیا۔

رسالہ میں شائع ہونے والے مضامین آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے لیکن مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق رائے ہونا ضروری نہیں ہے

اس شمارے میں

نمبر شمار	مضامین	تحریر	صفحہ نمبر
1	اداریہ	چیف ایڈیٹر	3
2	حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک ایک دائمی اور عالمگیری سیرت ہے	مولانا عرفان علی مصباحی	4
3	**قطب المدار** کی تجریدی زندگی شریعت کے آئینے میں	ازقلم: علامہ سید منور علی جعفری مداری	12
4	اسلام کا تصور حکومت	ڈاکٹر نصیر چشتی حبلی کرناٹک	21
5	**روزہ اور جدید سائنس** سنت نبوی ﷺ کے آئینہ میں	ڈاکٹر اقتدا حسین جعفری عامرؔ	25
6	**قرآن وحدیث کی روشنی میں** مقام علیؓ	ازقلم: مفتی الشاہ غلام یحییٰ مصباحی مداری	29
7	نزول قرآن اور شب قدر		36
8	اللہ کا حرم اور دیار حبیب ﷺ	مولانا نظام الحق	39
9	**لیلۃ القدر** امت محمدیہ کیلئے عظیم نعمت		51
10	ایمان والوں کے **باہمی حقوق**		55
11	بہار اور سلسلہ مداریہ	حضرت سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی (زیب سجادہ خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ پٹنہ سیٹی)	57
12	मज़हबे इस्लाम की एक अहम तालीम "ज़कात"		63

This PDF Download from Madaarimedia.Com

اداریہ

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

آج انسانی زندگی کا دستور عمل بدلنے کے ساتھ ساتھ تفکرات واحساسات میں جو تغیر وتبدیلیاں نظر آرہی ہیں ان سے پورے اسلامی معاشرے کا مستقبل تاریک کن نظر آنے لگا ہے۔ آج مسلم معاشرہ ایک ایسا سرد لاشہ بن گیا ہے جس میں کہیں بھی روح کی تپش، دل کا سوز اور عشق کی حرارت باقی نہیں ہے۔ آج پوری قوم اپنے دنیاوی رہنماؤں اور قایدین کو اپنی نصرت اور مدد کا ہمنوا سمجھ کر آس لگائے ہے جو ایک خام خیالی کا باعث بنتا جا رہا ہے، آج ہماری بے کسی بے بسی اور کمزوری کا حال یہ ہے کہ فسادات کی آگ میں سوکھی ہوئی لکڑیوں کی طرح جلتے ہیں اور ہمارا پرسان حال کوئی نہیں ہوتا، ہماری زبان اور ہماری تہذیب یہاں تک کہ ہمارا قومی اور ملی وجود ٹھوکروں سے پامال کیا جا رہا ہے اور ہم ہمدردی کے ایک کلمے، دل دہی کی ایک بات اور تشفی کے ایک جملے تک کو ترستے رہ جاتے ہیں۔ ہم جو کبھی ساری انسانیت کی سربلندی کا نشان تھے آج مایوسی اور قومی ہلاکت کے خوف سے تھر تھر کانپتے ہیں اور حد نظر تک حوصلہ کی کوئی چنگاری، امید کا کوئی شعلہ، اور روشنی کا کوئی نشان تک اپنے پاس نہیں پاتے ہیں۔

میرے عزیزو! ایک بار پھر تم کو روحانی طاقتیں آواز دے رہی ہیں دنیا دار رہنماؤں سے اپنی سربلندی کی آس لگانے کے بجائے بزرگان دین کی چوکھٹ پر جبہ سائی کو اپنا مقصد حیات بنالو تمہاری دنیا وآخرت چمک اٹھے گی۔ اولیائے کاملین کی بارگاہ سے ملی ہوئی قوت سے تم دنیا کی ہر طاقت سے ٹکرانے کی ہمت پا جاؤ گے۔ اپنے روحانی پیشواؤں سے سچے دل سے رشتہ جوڑو دنیا تمہارے آگے سرنگوں نظر آئے گی۔

چیف ایڈیٹر

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک

ایک دائمی اور عالمگیری سیرت ہے

تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے وقت میں، اپنی اپنی قوموں کے سامنے، اس زمانہ کے مناسب حال واخلاق عالیہ اور صفات کاملہ کا ایک نہ ایک بلند ترین معجزانہ نمونہ پیش کیا۔ کسی نے صبر، کسی نے ایثار، کسی نے قربانی، کسی نے جوش توحید، کسی نے ولولہ حق، کسی نے تسلیم، کسی نے عفت، کسی نے زہد، غرض ہر ایک نے دنیا میں انسان کی پر پیچ زندگی کے راستہ میں ایک نہ ایک منارہ قائم کر دیا جس سے صراط مستقیم کا پتہ لگ سکے۔

مگر ضرورت تھی ایک ایسے رہنما اور راہبر کی جو اس سرے سے لیکر اس سرے تک پوری راہ کو اپنی ہدایات اور عملی مثالوں سے روشن کر دے، گویا ہمارے ہاتھ میں، اپنی عملی زندگی کا پورا نقشہ دیدے جس کو لیکر اسی کی تعلیم و ہدایت کے مطابق، ہر مسافر بے خطر منزل مقصود کا پتہ پالے، یہ رہنما سلسلہ انبیاء علیہم السلام کے آخری فرزند جناب محمد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں قرآن نے کہا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔

ترجمہ: اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور "نیکوں کو" خوشخبری سنانے والا اور "غافلوں کو" ہشیار کرنے والا اور خدا کی طرف اس کے حکم سے پکارنے والا اور ایک روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیج دیا ہے۔

آپ عالم میں خدا کی تعلیم وہدایت کے شاہد ہیں، نکوکاروں کو فلاح وسعادت کی بشارت سنانے والے مبشر ہیں، ان کو جو ابھی تک بے خبر ہیں ہشیار اور بیدار کرنے والے نذیر ہیں، بھٹکنے والے مسافروں کو خدا کی طرف پکارنے والے داعی ہیں اور خود ہمہ تن نور اور چراغ ہیں یعنی آپ کی ذات اقدس اور آپ کی حیات مبارک، راستہ کی روشنی ہے، جو راہ کی تاریکیوں کو کافور کر رہی ہے، یوں تو ہر پیغمبر شاہد، داعی، مبشر اور نذیر وغیرہ بن کر دنیا میں آیا ہے۔ مگر یہ کل صفتیں سب کی زندگیوں میں عملاً یکساں نمایاں ہو کر ظاہر نہیں ہوئیں، بہت سے انبیاء تھے جو خصوصیت کے ساتھ شاہد ہوئے، جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام وغیرہ بہت سے تھے جو نمایاں طور پر مبشر بنے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت سے تھے جن کا خاص وصف نذیر تھا۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام بہت سے تھے جو امتیازی حیثیت سے داعی حق تھے۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام۔ لیکن وہ جو شاہد، مبشر، نذیر، داعی اور سراج منیر سب کچھ بیک وقت تھا اور جس کے مرقع حیات میں سارے نقش ونگار عملاً نمایاں تھے۔ وہ صرف جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اور یہ اسلئے ہوا کہ آپ دنیا کے

آخری پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جس کے بعد کوئی دوسرا آنے والا نہ تھا، آپ ایسی شریعت لیکر تشریف لائے جو کامل تھی جس کی تکمیل کے لئے کسی دوسرے کو آنا نہ تھا۔

آپ کی تعلیم دائمی وجود رکھنے والی تھی، یعنی قیامت تک اس کو زندہ رہنا تھا، اس لئے آپ کی ذات پاک کو مجموعۂ کمال اور دولت بے زوال بنا کر بھیجا گیا۔

ہم تمام انبیاء علیہم السلام کا ادب واحترام کرتے ہیں اور ان کے سچے پیغمبر ہونے پر یقین رکھتے ہیں لیکن بحوائے تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ. ''یہ پیغمبر ہیں جن میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے''۔ دوام، بقا ختم نبوت اور آخری کامل انسانی سیرت ہونے کی حیثیت سے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو خاص شرف عطا ہوا ہے، وہ دیگر انبیاء کو اس لئے نہیں مرحمت ہوا کہ ان کو دائمی آخری اور خاتم نبوت نہیں بنایا گیا تھا، ان کی سیرتوں کا مقصد، ایک خاص قوم کو ایک خاص زمانہ تک نمونہ دینا تھا، اس لئے اس زمانہ کے بعد بتدریج وہ زمانہ سے مفقود ہو گئیں۔

غور کیجئے کہ ہر ملک میں، ہر قوم میں، ہر زمانہ میں، ہر زبان میں کتنے لاکھ انسان خدا کا پیغام لیکر آئے ہوں گے، ایک اسلامی روایت کے مطابق ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبر آئے۔ مگر آج ان میں سے کتنوں کے نام ہم جانتے ہیں اور جتنوں کے نام جانتے ہیں ان کا حال کیا جانتے ہیں؟

حضرت نوح، حضرت یعقوب، حضرت زکریا، حضرت اسحٰق، حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کے حالات اور سیرتوں کے ایک ایک حصہ کے علاوہ کیا ہم کوئی کچھ بتا سکتا ہے؟ ان کی سیرتوں کے ضروری اجزاء وتاریخ کی کڑیوں سے بہر حال گم ہیں اب ان کی مقدس زندگیوں کے ادھورے اور نامربوط حصے، کیا ایک کامل انسانی زندگی کی تقلید اور پیروی کا سامان کر سکتے ہیں۔

کسی انسانی سیرت کے دائمی نمونۂ عمل بننے کے ئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے صحیفۂ حیات کے تمام حصے ہماری نگاہوں کے سامنے ہوں۔ کوئی واقعہ پردۂ راز اور ناواقفیت کی تاریکی میں گم نہ ہو بلکہ اس کے تمام سوانح اور حالات روز روشن کی طرح، دنیا کے سامنے ہوں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس کی سیرت کہاں تک انسانی سوسائٹی کے لئے ایک آئیڈیل لائف کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اس معیار پر اگر شارعین ادیان اور بانیان مذاہب کے سوانح اور سیرتوں پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ آقائے کائنات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کوئی ہستی اس معیار پر پوری نہیں اترتی۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہو کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔

شارع دین اور بانی مذہب جس تعلیم کو پیش کر رہا ہو خود اس کا ذاتی عمل، اس کی مثال اور نمونہ ہو، اور خود اس کے عمل نے اس کی تعلیم کو عملی یعنی قابل ثابت کیا ہو۔ خوش کن سے خوش کن فلسفہ، دلچسپ سے دلچسپ نظریہ اور خوش آئیند سے خوش آئیند اقوال ہر شخص ہر وقت پیش کر سکتا ہے۔ لیکن جو چیز، ہر شخص ہر وقت نہیں پیش کر سکتا وہ عمل ہے۔

انسانی سیرت کے بہتر اور کامل ہونے کی دلیل، اس کے نیک اور معصوم اقوال، خیالات اور اخلاقی وفلسفیانہ نظریئے نہیں، بلکہ اس کے اعمال اور کارنامے ہیں اگر یہ معیار قائم نہ کیا جائے تو اچھے اور برے کی تمیز اٹھ جائے اور دنیا صرف بات بنانے والوں کا مسکن رہ جائے۔ اب مجھے پوچھنے دیجئے کہ لاکھوں شارعین اور ہزاروں بانیان مذاہب میں سے کون اپنی عملی سیرت کو اس ترازو پر تلوانے کے لئے آگے بڑھ سکتا ہے۔ مردم شماری کے لحاظ سے آج بودھ کے پیرو دنیا کی آبادی کے چوتھائی حصہ پر قابض ہیں، مگر بایں ہمہ تاریخی حیثیت سے بدھ کی زندگی صرف چند قصوں اور کہانیوں کا مجموعہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایکسو بیس برس کی عمر پائی، مگر غور سے دیکھئے کہ اس ایک سو بیس برس کی عمر کے طویل زمانہ کی وسعت کو بھرنے کے لئے ہم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کیا واقعات معلوم ہوئے ہیں اور ان کے سوانح کے ضروری اجزاء ہمارے ہاتھ میں کیا ہیں، ہمارا اعتقاد ہے کہ ان کا پیغمبرانہ طرز عمل یقیناً ہر حرف گیری سے پاک رہا ہوگا۔ مگر ان کی موجودہ سیرت کی کتابوں میں ہم کو یہ ابواب نہیں ملتے جو ہمارے لئے قابل تقلید اور نمونہ ہوں۔

اسلام سے سب سے قریب العہد پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، جن کے پیرو آج یورپین مردم شماری کے مطابق تمام دوسرے مذاہب کے پیروؤں سے زیادہ ہیں۔ مگر یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ اسی مذہب کے پیغمبر کی زندگی کے اجزاء تمام دوسرے مشہور مذاہب کے بانیوں اور پیغمبروں کے سوانح سے سب سے زیادہ کم معلوم ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی تقلید کا کوئی سامان نہیں رکھتی اور چونکہ دنیا کی بیشتر آبادی متاہلانہ زندگی رکھتی ہے۔ اس لئے اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کے بیشتر حصۂ آبادی کے لئے ان کی سیرت نمونہ نہیں بن سکتی۔ جس نے گھربار، اہل وعیال، مال ودولت، صلح وجنگ، دوست ودشمن کے تعلقات سے کبھی واسطہ ہی نہ رکھا ہو۔ وہ اس دنیا کے لئے جو ان ہی تعلقات سے معمور ہے، کیونکر مثال ہو سکتا ہے۔ اگر آج دنیا یہ زندگی اختیار کر لے تو کل وہ سنسان قبرستان بن جائے، تمام ترقیاں دفعتاً رک جائیں اور عیسائی یورپ تو شاید ایک منٹ کیلئے بھی زندہ نہ رہے۔

تو اپنے خداوند خدا کو، اپنی ساری جان اوردں سے پیار کر، تو دشمن کو پیار کر، جو تیرے داہنے گال پر تھپڑ مارے، تو اس کے سامنے اپنا بایاں گال بھی پھیر دے، جو تجھ کو ایک میل بیگار لے جائے تو اس کے ساتھ دو میل جا، جو تیرا کوٹ مانگے تو اس کو کرتہ بھی دیدے، تو اپنے مال واسباب کو خدا کی راہ میں دیدے، تو اپنے بھائی کو ستر دفعہ معاف کر، آسمان کی بادشاہت میں دولت مند کا داخل ہونا مشکل ہے۔ یہ اور اسی قسم کی بہت سی نصیحتیں نہایت دل خوش کن ہیں، مگر عمل سے ان کی تصدیق نہ ہو، تو وہ سیرت کا ٹکڑا نہیں، بلکہ وہ صرف معصومانہ شیریں زبانیوں کا ایک مجموعہ ہیں۔

جس نے اپنے دشمن پر قابو نہ پایا ہو، وہ عفو کی عملی مثال کیسے پیش کر سکتا ہے؟ جس کے پاس کچھ نہ ہو، وہ غریبوں مسکینوں اور یتیموں کی مدد کیونکر کر سکتا ہے؟ جو عزیز واقارب، بیوی بچے نہ رکھتا ہو وہ انہی تعلقات سے آباد دنیا کے لئے مثال کیونکر بن سکتا ہے؟ جس نے بیماروں کی تیمار داری اور عیادت نہ کی ہو، وہ اس کا وعظ کیونکر کہہ سکتا ہے جس کو خود دوسروں کے معاف کرنے کا موقع نہ ملا ہو، اس کی زندگی ہم میں سے غضبناک اور غصہ ور لوگوں کیلئے نمونہ کیسے بن سکتی ہے۔

غور فرمائیے! نیکیاں دو قسم کی ہوتی ہیں، ایک سلبی اور ایک ایجابی مثلاً آپ پہاڑ کے ایک کھوہ میں جا کر عمر بھر کیلئے بیٹھ گئے، تو صرف یہ کہنا صحیح ہوگا کہ بدیوں اور برائیوں سے آپنے پرہیز کیا، یعنی آپ نے کوئی کام ایسا نہیں کیا، جو آپ کے لئے قابل اعتراض ہو مگر یہ تو سلبی تعریف ہوئی، ایجابی پہلو آپ کا کیا ہے؟

کیا آپ نے غریبوں کی مدد کی محتاجوں کو کھانا کھلایا، کمزوروں کی حمایت کی، ظالموں کے مقابلہ میں حق گوئی سے کام لیا۔ گرتوں کو سنبھالا، گمراہوں کو راستہ بتایا، عفو، کرم، سخا، مہمان نوازی، حق گوئی، رحم، حق کی نصرت کے لئے جوش، جدوجہد، مجاہدہ، ادائے فرض، ذمہ داریوں کی بجا آوری غرض تمام وہ اخلاق جن کا تعلق عمل سے ہے وہ صرف سلب فعل اور عدم عمل سے نیکیاں نہیں بن جائیں گے نیکیاں صرف سلبی

ہی پہلو نہیں رکھتیں، زیادہ تر ایجابی اور عملی پہلو پر ان کا دارومدار ہوتا ہے۔

اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس سیرت کا عملی حصہ سامنے نہ ہو اس کو آئیڈیل لائف اور قابل تقلید زندگی کا خطاب نہیں دیا جاسکتا کہ انسان اس کی کس چیز کی نقل کرے گا؟ اور کس عمل سے سبق لیگا؟

ہم کو تو صلح و جنگ، فقر و دولت، ازواج و تجرید، تعلقات عبادت حاکمیت ومحکومیت، سکون وغضب، جلوت وخلوت، غرض زندگی کے ہر پہلو کے متعلق عملی مثال چاہئے۔ دینا کا بیشتر بلکہ تمام تر حصہ انہی مشکلات اور تعلقات میں الجھا ہوا ہے، اس لئے لوگوں کو انہیں مشکلات کے حل کرنے اور ان ہی تعلقات کو بوجہ احسن انجام دینے کے لئے، عملی مثالوں کی ضرورت ہے، قولی نہیں بلکہ عملی۔ لیکن یہ کہنا شاعری اور خطابت نہیں، بلکہ تاریخی واقعہ ہے کہ اس معیار پر بھی سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی دوسری سیرت پوری نہیں اتر سکتی۔

میں نے جو کچھ کہا ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے؟ میرا یہ مقصد نہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں ان کے عہد اور زمانہ میں، ان خصوصیات سے خالی ہیں۔ بلکہ یہ مقصد ہے کہ ان کی سیرتیں جو ان کے بعد عام انسانوں تک پہنچیں یا جو آج موجود ہیں وہ ان خصوصیات سے خالی ہیں، اور ایسا ہونا مصلحت الٰہی کے مطابق تھا۔ تاکہ یہ ثابت ہوسکے کہ وہ انبیاء محدود زمانہ اور متعین قوموں کے لئے تھے۔ اس لئے ان کی سیرتوں کو دوسری قوموں اور آئندہ زمانہ تک محفوظ رہنے کی ضرورت نہ تھی صرف سردار دو عالم نور مجسم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دنیا کی قوموں کے لئے اور قیامت تک کیلئے نمونہ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس لئے آپ کی سیرت پاک کو ہر حیثیت سے مکمل دائمی اور ہمیشہ کیلئے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے۔

کوئی زندگی خواہ کسی قدر تاریخی ہو، جب تک وہ کامل نہ ہو ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتی، کسی زندگی کا کامل اور ہر نقص سے بری ہونا، اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک اس زندگی کے تمام اجزاء ہمارے سامنے نہ ہوں پیغمبر اسلام کی زندگی کا ہر لمحہ، پیدائش سے لیکر وفات تک ان کے زمانہ کے لوگوں کے سامنے اور ان کی وفات کے بعد تاریخ عالم کے سامنے ہے۔ آپ کی زندگی کا کوئی مختصر سے مختصر زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا جب وہ اپنے اہل وطن کی آنکھوں سے اوجھل ہوکر آئندہ کی تیاری میں مصروف ہوں۔

پیدائش، شیر خوارگی، بچپن، ہوش وتمیز، جوانی، تجارت، آمد و رفت، شادی، احباب قبل نبوت، قریش کی لڑائی اور قریش کے معاہدے میں شرکت، امین بننا، خانہ کعبہ میں پتھر نصب کرنا، رفتہ رفتہ تنہائی پسندی غار حرا کی گوشہ نشینی، وحی، اسلام کا ظہور، دعوت، تبلیغ، مخالفت، سفر طائف، معراج، ہجرت، غزوات، صلح حدیبیہ، دعوت اسلام کے نامہ وپیغام، اسلام کی اشاعت، تکمیل دین، حجۃ الوداع، وفات ان میں سے کون سا زمانہ ہے جو دنیا کی نگاہوں کے سامنے نہیں اور آپ کی کون سی حالت ہے جس سے اہل تاریخ ناواقف ہیں، سچ، جھوٹ صحیح غلط، ہر چیز الگ الگ موجود ہے اور اس کو ہر شخص جان سکتا ہے۔

کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ محدثین نے موضوع اور ضعیف روایتوں تک کو کیوں محفوظ رکھا، مگر خیال آیا کہ اس میں مصلحت الٰہی یہ تھی کہ معترضین کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کی کمزوریوں کو چھپانے کیلئے بہت سی روائتوں کو غائب کردیا جیسا کہ آج عیسائی لٹریچر پر اعتراض کیا جاتا ہے، اس لئے ہمارے محدثین کرام نے اپنے پیغمبر

کے متعلق صحیح وغلط سارا مواد، سب کے سامنے لا کے رکھ دیا ہے اوران دونوں کے درمیان تفرقے بتا دیئے ہیں اوراصول مقرر کردیئے ہیں۔

اٹھنا ، بیٹھنا، سونا، جاگنا، شادی، بیاہ، بال، بچے، دوست، احباب،نماز ، روزہ، دن رات کی عبادت، صلح وجنگ، آمدورفت ،سفروحضر، نہانا دھونا، کھانا پینا، ہنسنا رونا، پہننا اوڑھنا، چلنا پھرنا، ہنسی مذاق، بولنا چالنا، خلوت جلوت، ملنا جلنا،طوروطریق ،رنگ وبو،خط وخال،قدروقامت، یہاں تک کہ میاں بیوی کے خانگی تعلقات اورہمخوابی وطہارت کے واقعات ہرچیز پوری روشنی میں مذکورومعلوم اورمحفوظ ہے۔

گبن نے لکھا ہے کہ تمام پیغمبروں میں سے کسی نے اپنے پیروؤں کا اس قدر سخت امتحان نہیں لیا۔جس صدر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔انہوں نے دفعتاً اپنے کوسب سے پہلے ان لوگوں کے سامنے بحیثیت پیغمبر کے پیش کیا، جوان کوبحیثیت انسانکے بہت اچھی طرح جانتے تھے، اپنی بیوی، اپنے غلام،اپنے بھائی،اپنے سب سے واقف کاردوست کے سامنے اوران سب نے بلا پس وپیش آپ کے دعوت کی صداقت کوتسلیم کرلیا۔بیوی سے بڑھ کر انسان کی اندرونی کمزوریوں کا واقف کارکوئی دوسرانہیں ہوسکتا۔

مگرکیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پرسب سے پہلے آپ ہی کی بیوی ایمان لائیں۔وہ نبوت سے پہلے پندرہ برس تک آپ کی رفاقت میں رہ چکی تھیں،اورآپ کے ہرحال اور ہر کیفیت کی نسبت، ذاتی واقفیت رکھتی تھیں، باں ہمہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغمبری کا دعویٰ کیا توسب سے پہلے ان ہی نے اس دعویٰ کی سچائی کوتسلیم کیا۔

بڑے سے بڑا انسان جوایک ہی بیوی کا شوہر ہو، وہ بھی یہ ہمت نہیں کرسکتا کہ وہ اس کو یہ اذن عام دیدے کہ تم میری ہر بات، ہرحالت اور ہر واقعہ کو برملا کہہ دواور جو کچھ چھپا ہے وہ سب پرظاہر کردو۔مگرآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو بیویاں تھیں اوران میں سے ہر ایک کو یہ اذن عام تھا کہ خلوت میں مجھ میں جوکچھ دیکھووہ جلوت میں سب سے برملا بیان کردو، جورات کی تاریکی میں دیکھو، وہ دن کی روشنی میں ظاہر کردو۔ جو بند کوٹھریوں میں دیکھو،اس کوکھلی چھتوں پرپکار کر کہہ دو، اس اخلاقی وثوق واعتماد کی مثال کہیں اورمل سکتی ہے؟

یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی احوال کے متعلق تھا آپ کی سیرت پاک کے بیان میں مسلمانوں نے ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھیں اورلکھ رہے ہیں اوران میں سے ہرایک کتاب دوسرے انبیاء کی سیرتوں کے مقابلہ میں زیادہ صاف اورزیادہ معتبر اورتاریخی ہے، سیرت واخبار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائی کتابیں، ہر مصنف سے سیکڑوں اور ہزاروں اشخاص نے سن کراور پڑھکر اوران کا ہرایک حرف سمجھ کر دوسروں تک پہنچائیں حدیث شریف کی پہلی کتاب ''مؤطا'' کواس کے مصنف امام مالکؒ سے چھ سوآدمیوں نے سنا جن میں سلاطین زمانہ، علماء، فقہاء، حکماء، ادباءاورصوفیہ ہر طبقہ کے آدمی تھے۔ امام بخاری کی تصنیف ''جامع صحیح'' کوصرف ان کے شاگرد''فربری'' سے ساٹھ ہزارآدمیوں نے سنا، اس احتیاط اس استناد اوراس اہتمام سے بتایئے کس شارع یا بانی دین کی سیرت واخبار کا مجموعہ مرتب ہوا اور یہ تاریخیت سرور کائنات فخر موجودات نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سواکس کے حصہ میں آئی؟ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّم.

آپ کے اخلاق طاہرہ اوصاف عالیہ اورآداب فاضلہ کے بیان وتفصیل سے احادیث کی تمام کتابیں معمور ہیں۔ حافظ ابن قیم نے زادالمعاد میں سب سے زیادہ آپ

کے حالات کا استقصاء کیا ہے۔ چنانچہ صرف ذاتی حالات کی فہرست سنیے۔

آپ کا طریقہ رسل ورسائل، آپ کے کھانے پینے کا طریقہ، آپ کے نکاح اور ازدواجی تعلقات کا طریقہ، خواب و بیداری کا طریقہ، لونڈی اور غلام کو اپنی خدمت کے لئے قبول فرمانے کا طریقہ، آپ کے معاملات اور خرید وفروخت کا طریقہ، حوائج ضروری کے آداب اور خط بنوانے کا طریقہ، مونچھوں کے رکھنے اور تراشنے میں آپ کا طریقہ، آپ کا طرز کلام، آپ کی خاموشی، آپ کا خندہ فرمانا، آپ کا رونا، آپ کا طریقہ خطابت، طریقہ وضو، موزوں پر مسح کرنیکا طریقہ، طریقہ تیمم، نماز ادا کرنے کا طریقہ، دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کا طریقہ، سجدہ کرنے کا طریقہ، قعدہ اخیرہ میں آپ کی نشست کی کیفیت، آپ کے نماز میں بیٹھنے اور تشہد کے وقت انگلی اٹھانے کا طریقہ، نماز میں سلام پھیرنے کا طریقہ، نماز میں آپ کا دعا فرمانا، آپ کے سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ، سفر وحضر، مسجد اور گھر میں سنتیں اور نوافل پڑھنے کا طریقہ، تہجد یا فجر کی سنت کے بعد آپ کی استراحت کا طریقہ، تہجد پڑھنے کا طریقہ، رات کی نماز اور وتر پڑھنے کا طریقہ، وتر کے بعد بیٹھ کر نماز پڑھنے کا طریقہ، آپ کے قرآن پڑھنے کی کیفیت، سجدۂ قرآن ادا کرنے کا طریقہ، آپ کے جمعہ کے معمولات، جمعہ کے دن کی عبادات کا طریقہ، آپ کے خطبہ دینے کا طریقہ، صلوٰۃ عیدین میں آپ کا طریقہ، سورج گرہن کے وقت آپ کے نماز پڑھنے کا طریقہ، استسقاء میں آپ کا طریقہ، آپ کے سفر کا طریقہ، سفر میں آپ کے نفل پڑھنے کا طریقہ، آپ کے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کا طریقہ، قرآن پڑھنے اور سننے کا طریقہ، بیماروں کی عیادت میں آپ کا طریقہ، جنازوں کے ساتھ آپ کے تیز قدم اٹھانے کا طریقہ، آپ کا میت پر کپڑا ڈالنے کا طریقہ، کسی میت کے آنے پر اس کے متعلق آپ کے سوال کرنے کا طریقہ، جنازہ کی نماز میں آپ کا طریقہ، چھوٹے بچوں پر نماز جنازہ پڑھنے میں آپ کا معمول، خودکشی کرنے والے اور جہاد کے مال غنیمت میں خیانت کرنے والے پر آپ کا نماز نہ پڑھنا، جنازہ کے آگے آگے آپ کے چلنے وغیرہ کا طریقہ، جنازۂ غائب پر آپ کے نماز پڑھنے کا طریقہ، جنازہ کے لئے آپ کے کھڑے ہونے کا طریقہ، تعزیت اور زیارت قبور میں آپ کا طریقہ، صلوٰۃ خوف میں آپ کا طریقہ، زکوٰۃ وصدقات میں آپ کا طریقہ، روزہ میں آپ کا طریقہ، آپ کا رمضان میں زیادہ عبادت کرنے کا طریقہ، چاند دیکھنے کے ساتھ ہی روزہ وافطار کے متعلق آپ کا طریقہ، چاند دیکھنے کی گواہی قبول کرنے میں آپ کا طریقہ، سفر میں روزہ کے افطار کے متعلق آپ کا طریقہ، عرفہ کے دن عرفہ کی وجہ سے افطار فرمانے اور جمعہ، شنبہ، یکشنبہ میں آپ کے روزہ رکھنے کا طریقہ، روز جمعہ کو روزہ کیلئے مخصوص کر لینے پر آپ کا کراہت فرمانا آپ کے اعتکاف کا طریقہ، حج وعمرہ میں آپ کا طریقہ، آپ کا ایک سال میں دو عمرہ ادا کرنے کا طریقہ، آپ کے حجوں کی کیفیت، آپ کا حج میں اپنے دست مبارک سے قربانی کرنے کا طریقہ، آپ کا حج میں سر منڈانے کا طریقہ، ایام حج میں آپ کے خطبوں کا طریقہ، عیدالاضحیٰ میں آپ کے قربانی کا طریقہ، عقیقہ میں آپ کا طریقہ، نومولود بچہ کے کان میں آپ کے اذان دینے اور اس کا نام رکھنے اور اس ختنہ کرنے میں آپ کے عادات، ناموں اور کنیتوں کے رکھنے میں آپ کا طریقہ، بولنے میں احتیاط اور الفاظ کے انتخاب میں آپ کا طریقہ اور اورادو وظائف میں آپ کا طریقہ، گھر میں داخلہ کے وقت آپ کا طریقہ، بیت الخلاء جانے اور وہاں سے واپس آنے کا طریقہ، آپ کے کپڑا پہننے کا طریقہ، وضو کی دعا کے متعلق آپ کا طریقہ، اذان کے وقت الفاظ اذان کو دہرانے کے متعلق آپ کا

طریقہ، رویت ہلال کے وقت آپ کے دعا فرمانے کا طریقہ، کھانے کے پہلے اور اس کے بعد آپ کے دعاؤں کے پڑھنے کا طریقہ، آداب طعام میں آپ کا طریقہ، آداب سلام میں آپ کا دوسروں کے گھر میں اجازت مانگ کر داخل ہونے کا طریقہ، آداب سفر میں آپ کے طریقے اور سفر میں دعاؤں کے پڑھنے کا طریقہ، نکاح کی دعاؤں کے متعلق آپ کا طریقہ، بعض الفاظ کے استعمال کو مکروہ سمجھنے میں آپ کی عادت، غزوات اور جہاد میں آپ کا طریقہ، قیدیوں کے متعلق آپ کا معمول، قیدی، جاسوس اور غلام کے متعلق آپ کا معمول، صلح کرنے امان دینے، جزیہ مقرر کرنے اور اہل کتاب ومنافقین کے ساتھ معاملات کرنے میں آپ کا طریقہ، کفار ومنافقین کے ساتھ علی الترتیب آپ کے برتاؤ کرنے کا طریقہ، آپ کا امراض قلب اور امراض بدن کے علاج کرنے کا طریقہ۔

میں نے آپ کے سامنے جزئی جزئی باتوں کی اجمالی فہرست پیش کی ہے، اس سے آپ اندازہ لگاسکیں گے کہ جب ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو محفوظ رکھا گیا ہے تو بڑی بڑی باتوں اور اہم مسائل کی کیا کچھ تفصیل موجود نہ ہوگی، غرض ایک انسان کی زندگی کے جس قدر پہلو ہو سکتے ہیں وہ سب محفوظ اور مذکور ہیں۔

حضرات! اب آپ نے سمجھا ہوگا کہ اس معیار پر سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا انبیاء میں کسی کی سیرت محفوظ نہیں۔ وقت کم ہے اور مضمون طویل ہورہا ہے۔ تاہم یہ مختصراً سن لیجئے کہ آقائے کائنات فخر موجودات سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خواہ خلوت میں ہوں یا جلوت میں، مسجد میں ہوں میدان میں، جہاد میں، نماز شبانہ میں ہوں یا فوجوں کی درستی میں، منبر پر ہوں یا گوشۂ تنہائی میں، ہر وقت اور ہر شخص کو حکم تھا کہ جو کچھ میری حالت اور کیفیت ہو، وہ سب منظر عام پر لائی جائے، ازواج مطہراتؓ آپ کے خلوت خانوں کے حالات سنانے اور بتانے میں مصروف رہیں، مسجد نبوی میں ایک چبوترہ ان عقیدتمندوں کے لئے تھا جن کے رہنے کو گھر نہ تھا، وہ باری باری سے دن کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور اس سے روزی حاصل کرتے اور سارا وقت آپ کے ملفوظات سننے آپ کے حالات دیکھنے، اور آپ کی معیت میں گزارنے کیلئے صرف کرتے تھے، ان کی تعداد ستر کے قریب تھی، انہیں میں حضرت ابو ہریرہؓ ہیں جن سے زیادہ کسی صحابی کی روایات نہیں۔ یہ ستر ہستیاں معتقد جاسوسوں کی طرح شب وروز ذوق وشوق کے ساتھ آپ کے حالات دیکھنے اور دوسروں سے بیان کرنے میں مصروف رہتی تھیں، دن میں پانچ وقت مدینہ میں رہنے والی تمام آبادی، دس برس تک آپ کی ایک ایک حرکت، سکون اور ایک ایک جنبش کو دیکھتی رہی، غزوات اور لڑائیوں کے موقعوں پر ہزار صحابہؓ کو شب وروز آپ کے دیکھنے اور آپ کے حالات مبارکہ سے واقف ہونے کا موقع ملتا تھا۔

غزوۂ فتح خیبر میں دس ہزار، تبوک میں تیس ہزار اور حجۃ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ صحابہؓ کو آپ کی زیارت کے موقع ملتے رہے اور خلوت وجلوت، گھر اور باہر، صفہ ومسجد، حلقۂ تعلیم اور میدان جنگ تک میں جس نے جس حال میں آپ کو دیکھا اس کی عام اشاعت کی نہ صرف اس کو اجازت بلکہ حکم اور تاکید تھی۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کی زندگی کا کون سا پہلو ہوگا جو زیر پردہ رہا ہوگا۔ اور اس پر بھی ایک شخص تک آپ پر خوردہ گیری نہ کرسکا، آج بھی آپ کے دشمن اور مخالف پوری چھان بین اور تلاش وجستجو کے بعد مسئلہ جہاد اور تعداد ازدواج کے سوا، آپ پر کوئی حرف گیری نہ کرسکے، تو اب ایسی زندگی کو معصوم اور بے گناہ کہنا زیبا ہے، یا ان زندگیوں کو جن کا بڑا حصہ ہماری نگاہوں سے اوجھل اور پوشیدہ ہے۔

ایک حیثیت سے اورغور فرمایئے! حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ صرف اپنے معتقدوں ہی کے حلقہ میں نہیں رہے بلکہ مکہ میں قریش کے مجمع میں رہے، نبوت سے پہلے چالیس برس آپ کی زندگی ان ہی کے ساتھ گزری اور پھر تاجرانہ زندگی، لین دین کی زندگی، معاملہ اور کاروبار کی زندگی جس میں قدم قدم پر بدمعاملگی بدنیتی، خلاف وعدگی اور خیانت کاری کے عمیق غار آتے ہیں مگر آپ اس طرح بے خطر اس راستہ سے گزر گئے کہ آپ کو ان سے ''امین'' کا خطاب حاصل ہوا۔

نبوت کے بعد بھی لوگوں کو آپ پر یہ اعتماد تھا کہ اپنی امانتیں آپ ہی کے پاس رکھواتے تھے۔ چنانچہ ہجرت کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسی لئے مکہ میں چھوڑا تا کہ آپ کے بعد وہ لوگوں کی امانتیں واپس کرسکیں۔ آپ کے دعوائے نبوت تمام قریش نے بڑی ظاہری مقاطعہ کیا، دشمنیاں ظاہر کیں، گالیاں دیں، راستے روکے، نجاستیں ڈالیں، پتھر پھینکے، قتل کی سازشیں کیں، آپ کو ساحر کہا، شاعر کہا، مجنوں کہا، مگر کسی نے یہ جرأت نہ کی کہ آپ کے اخلاق اوراعمال کے خلاف، ایک حرف بھی زبان سے نکال سکے۔ حالانکہ نبوت اور پیغمبری کا دعوئ ہی کے یہ معنی ہیں کہ مدعی اپنی بے گناہی اور معصومیت کا دعوئ کررہا ہے۔ اس دعوے کے ابطال کے لئے آپ کے اخلاق واعمال کے متعلق چند مخالفانہ شہادتیں بھی کافی تھیں، تاہم اس دعوئ کو توڑنے کیلئے، انہوں نے اپنی دولت لٹائی، اپنی اولاد کو قربان کیا، اپنی جانیں دیں، لیکن یہ ممکن نہ ہوا کہ وہ آپ کی ذات مقدس پر معمولی خردہ گیری کر کے بھی اس کو باطل کرسکیں۔

کیا۔ اس سے نہیں ثابت ہوتا کہ جو آپ دوستوں کی نظر میں تھے وہی دشمنوں کی نگاہ میں بھی تھے۔ اور کوئی چیز زیر پردہ ونامعلوم نہ تھی۔

اعلان

قطب کوکن ولی کامل

حضرت امان اللہ شاہ عرف

حضوری شاہ رحمۃ اللہ علیہ

کی حیات اور تبلیغی سرگرمیوں پر ایک تحقیقی تحریر

(اگلے شمارے میں)

एलान

कुतुबे कोकन

वलीए कामिल

हज़रत अमानउल्लाह शाह उर्फ

हुजूरी शाह रह.

की हयात व तबलीगी सरगर्मीयों पर एक तहकीकी तहरीर

(अगले शुमारे में)

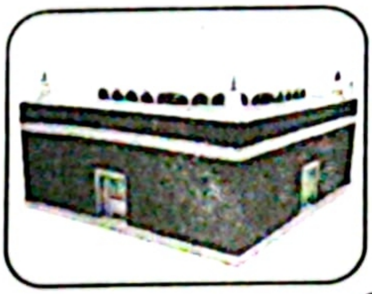

قطب المدار

کی تجریدی زندگی شریعت کے آئینے میں

از قلم: علامہ سید منور علی جعفری مداری

شہنشاہ ولایت قطب وحدت سلطان العارفین حضرت شیخ بدیع الدین سید احمد زندہ شاہ مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح مقدسہ کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ آپ روحانیت ومعرفت کے اس مقام پر جلوہ افروز ہیں کہ بہت سے اولیاء کرام جس کے سایہ ہی تک پہنچتے ہیں آپ کو شریعت وطریقت میں مقام تحقیق حاصل ہے۔ اللہ رب العزت نے قاسم نعمات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے آپ کو مقام صمدیت پر وہ معراج کمال عطا فرمائی ہے کہ اس مقام میں آپ فرد وحید نظر آتے ہیں۔ آپ پانچ سو چھپن سال تک کھانے، پینے، سونے، تبدیلی لباس اور دیگر حوائج بشریہ سے بے نیاز رہے۔ یہی مقام صمدیت ہے۔ نکاح نہ کرنا بھی چونکہ صمدیت سے متعلق ہے اس لئے آپ نے عقد نکاح بھی نہیں فرمایا اور تمام عمر تجرید وتفرید میں بسر فرمائی۔

بعض اہل ظاہر چونکہ تجرید (نکاح نہ کرنے) کو خلاف سنت گمان کرتے اور اس حدیث کو سند بناتے ہیں "النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی" یعنی نکاح میری سنت ہے تو جو شخص میری سنت کے علاوہ راغب ہوا وہ مجھ سے نہیں۔

لہٰذا میں اس مسئلہ کی مختصر توضیح کر دینا چاہتا ہوں تاکہ شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جائے۔ سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ حدیث مذکورہ میں "سنت" سے کیا مراد ہے؟ شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ سنت سے مراد طریقہ ہے نہ کہ سنت اصطلاحی اس لئے کہ شریعت مطہرہ میں نکاح صرف سنت ہی نہیں بلکہ اس کے مختلف مدارج ہیں۔ کسی کے لئے فرض ہے، کسی کے لئے واجب، کسی کے لئے سنت، کسی کے لئے صرف مباح، بلکہ کسی کیلئے مباح بھی نہیں مکروہ ہے اور کسی کے لئے حرام بھی۔ اور فلیس منی کا مطلب ہے کہ جو شخص بلا عذر شرعی نکاح نہ کرے تو وہ میرے طریقہ پر نہیں۔ اور اگر نکاح نہ کرنا سنت سے اعراض کی وجہ سے ہو یا سنت کو حقیر جان کر تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص میرے دین پر نہیں کیونکہ طریقہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو معیوب سمجھنا کفر ہے۔

نکاح کے سلسلہ میں اور بھی احادیث ہیں۔ بعض احادیث بعض لوگوں کے احوال کے تقاضہ کے مطابق تاہل وتزوید کی فضیلت میں ہیں اور بعض حدیثیں لوگوں کی صلاحیت کے مطابق تجرید کی فضیلت میں۔ جیسے کہ ارشاد فرمایا" سیروا سبق المفردون" (دیکھو مجرد لوگ تم پر سبقت لے گئے) ایک حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا"خیر الناس

في اخر الزمان خفيف الحاذ" (آخر زمانہ میں سب سے بہتر خفیف الحاذ ہے) صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خفیف الحاذ کیا ہے؟ فرمایا الذی لا اهل له ولا ولد له" (وہ شخص جس کے نہ بیوی ہو اور نہ بچے)

اس حدیث کو سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ نے بغیر سند کے ''کشف المحجوب'' میں نقل فرمایا ہے۔ جبکہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''عوارف المعارف'' میں یوں نقل فرماتے ہیں:

''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دوسو برس کے بعد تمہارے درمیان سب سے بہتر ''خفیف الحاذ'' ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفیف الحاذ کیا چیز ہے؟ فرمایا، وہ شخص ہے جس کے نہ بیوی ہو اور نہ اولاد''۔ اس حدیث کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ سرکار مدار پاک کے "خیــر الـنــاس" ہونے کی بشارت حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کیونکہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسو سال بعد ۲۴۲ھ میں تولد ہوئے اور آپ کے بیوی بچے نہ تھے۔ پھر جس طریقہ کے ترک پر جس شخص کا خیر الناس ہونا زبان رسالت سے ثابت ہوا سے ترک سنت مرتکب کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں دو حدیثیں اور ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی امامة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان اغبط الناس عندی مومن خفيف الحاذ ذوحظ من صلوة غامض في الناس لايو به به كان رزقه كفافا وصبر عليه عجلت منيته وقل تراثه وقلت بواكيه. (ابن ماجه)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ قابل رشک مومن خفیف الحاذ ہے، نماز میں اس کیلئے حصہ ہے۔ لوگوں میں پوشیدہ ہے۔ اس کا رزق بقدر زندگی ہے اور وہ اس پر صابر ہے۔ اس کی خواہش جلد فنا ہو جائے گی اور اس کی میراث کم ہے اور اس کے رونے والے (بیوی بچے) نہیں ہیں۔

احمد، ترمذی، ابن ماجہ سے مشکوٰۃ میں یوں منقول ہے:

عن ابی امامة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال اغبط اوليائی عندی لمومن خفيف الحاذ ذوحظ من الصلوة احسن عبادة ربه واطاعه فی السرور كان غامضا فی الناس لايشار اليه بالاصابع وكان رزقه كفافا فصبر علی ذلک ثم نقد بيده فقال عجلت منية قلت بواكيه وقل تراثه".

حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک میرے ولیوں میں سب سے زیادہ قابل رشک ضرور ایک مومن خفیف الحاذ ہے۔ نماز کا ایک بڑا حصہ دار ہے۔ اپنے رب کی عبادت وطاعت بہترین طریقے سے تنہائی، گوشہ نشینی میں کرنے والا ہے۔ لوگوں میں وہ ایسا مستور و پوشیدہ رہے گا کہ انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا سے اس کا رزق قوت لایموت یعنی بہت کم ہوگا اور وہ اپنے نفس کو اسی پر روک کر صبر کرے گا۔ پھر آپ نے اپنی انگلی دوسری انگلی سے ملا کر ارشاد فرمایا اس کی خواہشات نفسانیہ مرجائیں گی۔ اس پر کوئی رونے والا یعنی اس کی بیوی بچے نہیں ہوں گے اور اس کا کچھ میراث نہیں ہوگا۔

قارئین کرام! ملاحظہ فرمایا، آپ نے کیا کیا محاسن ذکر فرمائے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مخصوص تارک نکاح (خفیف الحاذ) کے؟ خدانخواستہ اگر یہ تارک سنت ہوتا تو کیا زبان رسالت سے اس کا ذکر اس شان سے ہوتا؟ حاشا اللہ ...... سرکار سرکاراں فرد الافراد حضور مدار العالمین کی سوانح

مقدسہ کا مطالعہ کرنے والے اس بات کی تائید کریں گے کہ مذکورہ بالا احادیث کریمہ کے مصداق حضور سید الافراد مدار العالمین ہیں۔ اولاً یہ کہ آپ خفیف الحاذ ہیں۔ ثانیاً یوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسو سال کے بعد ہیں۔ ثالثاً یوں کہ پوری حیات مقدسہ عبادت واطاعت الٰہی میں بسر فرمائی۔ رابعاً یوں کہ مقام فردانیت میں اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری کے مصداق مستور الحال اور پردۂ گمنامی میں رہتے یہی وجہ ہے کہ معاصرین اولیاء اللہ وعلماء وعارفین بھی آپ کی عظمت وشخصیت کا عرفان نہیں کر پائے اور آپ کے اوصاف واحوال بیان کرنے سے قاصر رہتے بلکہ بعض تو مناظرہ ومجادلہ پر آمادہ ہوجاتے تھے۔ ہاں جب کبھی مقام مداریت پر نزول فرماتے تو کسی قدر آپ کا عرفان ہو پاتا۔ خامساً یوں کہ ابتدائے احوال میں آپ کو کفاف رزق ملتا اور آپ اس پر صبر کرتے۔ تذکرہ نگاروں کے مطابق پہلی مرتبہ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تبلیغ وارشاد کے مقصد سے سفر کا حکم فرمایا۔ ظاہر سی بات ہے کہ آپ کے پاس نہ تو سامان تجارت تھا اور نہ ہی زاد راہ اتنا ہوگا کہ تمام عمر کو کافی ہو۔ اس سفر میں دن بھر روزہ رکھتے شام کو دست غیب سے دو نان شعیری حاصل ہوتیں ایک خود تناول فرماتے اور ایک خیرات کر دیتے بلکہ کبھی کبھی دونوں خیرات کر دیتے اور ہفتہ عشرہ کے بعد ایک دو خرمے سے افطار فرماتے۔ سادساً یوں کہ کم وبیش اکیس سال اسی طرح گزرنے کے بعد ۲۸۲ھ میں موتوا قبل ان تموتوا کے مطابق آپ کی موت ہوگئی یعنی آپ کا نفس مرگیا، خواہشات بشری فنا ہوگئیں، مقام صمدیت پر فائز ہوگئے۔ سابعاً یوں کہ آپ کی میراث میں مال ودولت وغیرہ اسباب دنیا نہ تھے بلکہ فقیری تھی توکل تھا۔

الغرض ترک نکاح پر جس ذات کے فضائل ومناقب احادیث کریمہ میں موجود ہیں کیا اسے ترک سنت کا الزام دیا جائے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر عامل بالسنۃ کون ہوسکتا ہے؟ یہ تو وہ مقدس جماعت ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے ''اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم فاہتدیتم'' (میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کسی کی تم نے اقتدار کرلی ہدایت پالوگے) مگر اس مقدس جماعت میں بھی تجرید کی مثال موجود ہے۔ پھر زبان رسالت سے اہتدیتم کا مژدہ پانے والوں پر ترک سنت کا الزام کیا؟ طبرانی، حاکم، بزاز کی روایات سے ثابت کہ متعدد صحابیات نے شوہر کے حقوق سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمر بھر نکاح نہ کرنے کی قسم کھائی ''والذی بعثک بالحق لاانزوج مابقیت الدنیا'' (اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں رہتی دنیا تک نکاح نہ کروں گی) ''لاجرم لاانزوج ابدا'' (یقیناً میں کبھی نکاح نہ کروں گی) ''والذی بعثک بالحق لاانزوج ابدا'' (اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں کبھی نکاح نہ کروں گی)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکار کرنے والیوں پر نہ تو خفا ہوئے اور نہ ہی ان سے آپ نے فرمایا'' النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی'' بلکہ خاموش رہے۔ محدثین کی اصطلاح میں اس کو حدیث تقریری کہتے ہیں اور حدیث تقریری ثبوت جواز کے لئے کافی ہے۔ صحابہ کرام کے علاوہ تابعین، تبع تابعین اور جلیل القدر اولیاء کرام میں بھی مجرد لوگ موجود ہیں اور یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو ''انعم اللہ علیہم'' کے زمرے میں شامل ہیں اور ان کا طریقہ ''صراط مستقیم'' ہے بلکہ خود سرکار مدار العالمین کا اسی مقدس جماعت سے ہونا بالتحقیق والاتفاق ثابت ومسلم تو ایسی معظم شخصیتوں سے تعرض عن السنۃ کا گمان

حاشاللہ، ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

خدانخواستہ سرکار مدار کا نکاح نہ کرنا خلاف سنت ہوتا تو کیا ولایت ومعرفت کے اس ارفع واعلیٰ مقام پر ہوتے جو منتہائے درجہ ولایت سے عبارت ہے۔

شہزادہ داراشکوہ قادری تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت سید بدیع الدین شاہ مدار قدس سرہ
کا درجہ اور مرتبہ بہت بلند ہے جس کو احاطہ تحریر
میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔'' (سفینۃ الاولیاء)

حضرت مولانا غلام علی نقشبندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شیخ بدیع الدین شاہ مدار قدس سرہ قطب مدار تھے اور عظیم شان رکھتے تھے۔ (دارالمعارف)

غرضیکہ حصول کمالات بغیر اتباع حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم ممکن ہی نہیں پھر جس کے کمالات بالتخصیص ثابت اور بالاتفاق مسلم ہوں اس سے ترک سنت کا گمان!

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جس کو نکاح کرنے کی استطاعت ہو تو چاہئے کہ وہ نکاح کرے بیشک نکاح نگاہ کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کو گناہ سے محفوظ رکھنے والا ہے اور جس کو نکاح کی استطاعت (مہرونفقہ) نہ ہو تو اس پر روزہ رکھنا ضروری ہے کہ روزہ خواہش کو ختم کرنے والا ہے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث کی دو شقیں ہیں ایک یہ کہ اگر نکاح کی استطاعت ہو تو نکاح کرے دوسری یہ کہ استطاعت نہ ہو تو روزہ رکھے۔ اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں جب ہم مدار پاک کی سیرت مقدسہ کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ ہم کو حدیث پاک کی شق ثانی پر عمل پیرا نظر آتے ہیں جس کی تفصیل کتب معتبرہ میں اس طرح ہے کہ حضرت زندہ شاہ مدار کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے سعید ازلی ہونے کا شرف حاصل ہے چنانچہ تذکرہ نگاروں کے مطابق ایام شیرخوارگی میں آپ نے کبھی رمضان کے مہینے میں دن میں دودھ نہیں پیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بتوفیق اللہ آپ عہد رضاعت میں بھی روزہ رکھتے تھے۔ چودہ سال کی عمر شریف میں تعلیم سے فراغت حاصل فرمائی۔ سترہ سال کی عمر مبارک میں شوق حج وزیارت کشاں کشاں حرمین طیبین لے گیا۔ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آقائے کائنات قاسم نعمات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اقدس کا شرف حاصل ہوگیا۔ شہنشاہ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نورنظر بدیع الدین پر کمال مہربانی فرماتے ہوئے باب مدینۃ العلم حضرت علی مرتضیٰ کی خدمت میں دے دیا تاکہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بدیع الدین کو علوم باطنی عطا کریں۔

مولا علی رضی اللہ عنہ نے بحکم سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم بدیع الدین کو علوم باطنی سے نوازا اور پھر روح پاک مہدی موعود کے سپرد فرمایا کہ بدیع الدین کی تربیت باطنی کرے۔ روح پاک مہدی موعود علیہ السلام نے تربیت باطنی فرمائی پھر بارگاہ مولا علی میں واپس کردیا۔ مولا علی نے دربارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرمایا کہ یہ نوجوان لائق ارشاد ہوگیا۔ پھر حضور شہنشاہ کائنات قاسم نعمات صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس خود حضرت بدیع الدین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر نسبت اویسیہ سے مستفیض کرکے اسلام حقیقی تعلیم فرمایا پھر حکم فرمایا، بدیع الدین تبلیغ اسلام کے لئے سفر کرو خصوصاً ملک ہند میں پیغام پہنچاؤ۔ شہنشاہ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سرکار بدیع الدین مدار رضی اللہ عنہ آمادۂ سفر ہوئے اس سفر میں آپ کے ساتھ کیا زادراحلہ تھا تذکرہ نگاروں نے تحریر نہیں فرمایا۔

البتہ بعض کتب معتبر میں اتنا ضرور ملتا ہے کہ آپ اس زمانہ میں دن بھر روزہ رکھتے تھے اور شام کو دست غیب سے دو روٹیاں حاصل ہوتیں ایک خود تناول فرماتے اور ایک کسی ضرورت مند کو عطا کردیتے۔ غرض سترہ سال کی عمر مبارک سے چالیس سال کی عمر شریف یعنی ۲۸۲ھ تک آپ کا یہی معمول رہا پھر دوسو بیاسی ہجری میں قاسم نعمات صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ زرنگار پر جلوہ افروز ہوکر اپنے دست معجز طراز سے سیدنا بدیع الدین احمد کو نو لقمے شیر برنج از قسم طعام ملکوتی کھلائے جس کی برکت سے چودہ طبقات ارضی وسماجی کے حالات منکشف ہوگئے۔ ایک پیالہ شربت عطا فرمایا جس سے معرفت خداوندی حاصل ہوگئی اور پھر حلہ بہشتی پہنایا اور سر اقدس کو دستار خلافت سے مزید فرمایا۔ پھر دست انور مدار پاک کے چہرہ پر مس فرما کر روئے زیبا کو نیر تاباں بنادیا اور ارشاد فرمایا بدیع الدین آج سے تو کھانے پینے سونے تبدیلی لباس اور دیگر حوائج ضروریہ بشریہ سے بے نیاز کیا گیا۔ اس وقت مدار پاک نے فرمایا الدنیا لنا یوم وانا فیہا سوم۔ یعنی میرے لئے دنیا کی وسعت صرف ایک دن کی ہے اور میں اس میں مکمل روزہ دار ہوں۔ اس وقت سے آخر عمر ۸۳۸ھ تک یعنی پانچ سو چھپن سال کھانے پینے سونے تبدیلی لباس اور دیگر بشری تقاضوں سے بے نیاز رہے۔ غرض مدار العالمین کا عمل مبارک عین منشاء محمد رسول اللہ ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ازدواجی زندگی کی الجھنوں سے کون واقف نہیں؟ پھر سفر کی صعوبتیں، مشقتیں کس پر مخفی؟ وہ بھی ایسا سفر جس کا کوئی پتہ نہیں! ٹھکانہ نہیں! کوئی منزل نہیں! ہر مختصر سے عرصہ کے بعد ایک نئی جگہ نیا ماحول پھر سفر بھی کس مقصد سے؟ تبلیغ دین کے مقصد سے! تبلیغ دین کتنا مشکل اور دشوار ترین کام ہے عقلمند بخوبی واقف! خصوصاً کفرستان ہند میں تیسری صدی ہجری میں تبلیغ اسلام جوئے شیر لانے سے زیادہ مشکل۔ ایک عربی مبلغ کے لئے یہاں کے افراد اجنبی زبان اجنبی رسوم ورواج اجنبی، سارا ماحول اجنبی۔ اور یہاں کے فراد کے لئے وہ مبلغ اجنبی، اس کی زبان اجنبی اور جس دین کی وہ تبلیغ کر رہا ہے اس کے تمام ارکان اور تمام احکامات اعمال ووظائف اجنبی، اس دین کی تمام قانونی کتابیں اجنبی ایسے میں اگر بیوی بچوں کی الجھنیں اور جھمیلے بھی ہوتے تو اس راہ میں ایک بڑی رکاوٹ بھی بن سکتے تھے۔

یہ راز تو وہ جو اہل علم پر ظاہر ہے اور بتوفیق اللہ البدیع شریعت ظاہر سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت مدار پاک کا نکاح نہ فرمانا آپ کو مورد الزام نہیں ٹھہراتا۔ اب چونکہ حضرت قطب المدار روحانیت ومعرفت کے اس عظیم الشان گروہ سے ہیں جس کے بارہ میں ارشاد خداوندی ہے کہ میرے ولی میرے دامن کے نیچے ہیں میرا غیر انہیں جانتا نہیں اس لئے اس سلسلہ میں اہل باطن کے ارشادات اور تجربہ کے فوائد اختصاراً نقل کرکے اپنی بات ختم کروں گا۔ مگر اس سے قبل ذہن میں ابھرنے والے ایک سوال کا جواب اور قلمبند کرتا چلوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مدار پاک کے نکاح نہ فرمانے پر ترک سنت کا الزام تو مرتفع ہوگیا مگر نکاح کے جو فوائد ہیں وہ بھی آپ کو حاصل ہیں یا نہیں؟ اس لئے آیئے اسے دیکھتے ہیں کہ نکاح کے فوائد کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں احادیث میں دو باتیں ملتی ہیں۔ ایک یہ ارتکاب گناہ سے بچنا جیسا کہ بخاری شریف کی ابن مسعودؓ والی مذکورہ بالا روایت سے ثابت (انہ اغض للبصر وماحصن للفرج) دوسرے یہ کہ یہ الواد محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں اضافہ کرنا جیسا کہ اس حدیث سے ثابت۔ ''مسلمانو! نکاح کرو اور اولاد کی کثرت کرو اس لئے کہ بروز قیامت تمہارے ذریعہ میں کثیرامت پر فخر کروں گا''۔ ان فوائد کو جان لینے کے بعد جب ہم زندہ شاہ مدار کی سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ چونکہ خواہشات بشری سے اللہ

تعالیٰ نے آپ کو بے نیاز کر دیا تھا لہٰذا ایسی صورت میں ارتکاب گناہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہا امت محمدیہ میں اضافہ کرنا تو اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت مدار پاک نے تزویج کے ذریعہ نہ سہی مگر تجرید کے راستہ اپنی مساعی جمیلہ سے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا حیرت ناک اور قابل فخر اضافہ فرمایا ہے کہ کوئی شادی شدہ بذریعہ اولاد ہرگز ہرگز ایسا اضافہ نہیں کرسکتا۔ لاکھوں بلکہ ان گنت افراد کو کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا کر حلقہ بگوش اسلام فرمایا۔ جس کی تفصیل ہزاروں صفحات میں موجود ہے۔ الغرض نکاح سے جو منافع مقصود بحمد اللہ المحمود یہاں بغیر نکاح ہی موجود فلہٰذا ترک نکاح کا سرے سے خسران بھی مفقود۔

یہ تفہیم اہل ظاہر کے مطابق تھی مگر اہل باطن بھی اس سے کچھ مختلف الخیال نہیں ان کے نزدیک بھی کسی شخص کے لئے تزویج وجہ فضیلت اور کسی کے لئے تجرید بہتر چنانچہ سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جو شخص خلق کی صحبت چاہتا ہے اس کیلئے نکاح کرنا ضروری ہے اور جو خلوت و گوشہ نشینی کا خواہاں ہے اسے مجرد رہنا مناسب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سیرو سبق المفردون'' (دیکھو مجرد لوگ تم پر سبقت لے گئے)''۔

(کشف المحجوب ص۵۲۳-۵۲۲)

چند سطور کے بعد اس طرح ارشاد فرماتے ہیں ''مشائخ طریقت کا اس پر اجماع ہے کہ جن کے دل آفت سے خالی ہوں اور ان کی طبیعت شہوت و معاصی کے ارتکاب کے ارادہ سے پاک ہو ان کا مجرد رہنا افضل و بہتر ہے۔ اور عام لوگوں نے ارتکاب معاصی کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو (معاذ اللہ) سند بنالیا ہے کہ ''تمہاری دنیا کی تین چیزیں مجھے پسند و مرغوب ہیں۔ ایک تو خوشبو، دوسری بیویاں، تیسری نماز کہ اس میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے۔ مشائخ طریقت فرماتے ہیں کہ جسے عورت محبوب ہو اسے نکاح کرنا افضل ہے۔ لیکن ہم (علی ہجویری) کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''لی حرفتان الفقر والجهاد'' (میرے دو کسب ہیں ایک فقر اور دوسرا جہاد) لہٰذا اس حرفت و کسب سے کیوں ہاتھ اٹھایا جائے اگر عورت محبوب ہے تو یہ اس کی حرفت ہے۔ اپنی اس حرص کو کہ عورت تمہیں زیادہ محبوب ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیوں منسوب کرتے ہو۔ یہ محال و باطل ہے کہ جو شخص پچاس سال تک اپنی حرص کا پیروکار رہے اور وہ یہ گمان رکھے کہ یہ سنت کی پیروی ہے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہے۔'' (ص ۲۲۵)

الحاصل طریقت کی بنیاد مجرد رہنے پر ہے نکاح کے بعد حال دگرگوں ہو جاتا ہے۔ شہوت کے لشکر سے بڑھ کر کوئی لشکر غارت گر نہیں ہے مگر شہوت کی آگ کو کوشش کر کے بجھانا چاہئے۔ (روزہ وغیرہ معالجات سے) (کشف المحجوب)

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جو شخص اپنے کامل تقویٰ اور ضبط نفس سے اپنی آتش شہوت کو سرد کر لے اس کے لئے تجرید ہی وجہ فضیلت ہے اور وہ شخص جس کو مجرد رہنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو اور شہوت کا اس پر غلبہ ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا ہی ضروری ہے۔ درویش کیلئے تجرد کی زندگی مفید ہوتی ہے۔ عالم تجرد میں اس کے خیالات یکسو رہتے ہیں اور اس کو جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے اس طرح اس کی زندگی کے جھمیلوں میں گرفتار ہے تو اس ازدواجی زندگی کو مصروفیات سے اس کے روحانی عزم میں بجائے بلندی کے پستی آجاتی ہے۔ شیخ ابوسلیمان الدارنی فرماتے ہیں کہ جس نے تین چیزوں کو طلب کیا وہ دنیا کا ہو گیا۔ اول معاش۔ دوم نکاح۔ سوم احادیث لکھنا۔ اور میں نے اپنے ساتھیوں میں سے

کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ وہ شادی کرنے کے بعد اپنے بلند مقام پر قائم رہا ہو (بلکہ اس کو وہاں تنزل ہوا)۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میرے بعد مردوں کے لئے عورت سے زیادہ مضرت رساں اور کوئی فتنہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وخلق الانسان ضعیفا (اور انسان کو ناتواں پیدا کیا گیا) مفسرین نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ انسان اس وجہ سے کمزور ہے کہ وہ بغیر عورت کے نہیں رہ سکتا اور اسی طرح اس ارشاد ربانی میں فرمایا گیا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به (اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں) اس ارشاد خداوندی میں طاقت سے زیدہ بوجھ ڈالنے سے مراد قوت شہوانی ہے۔ پس فقیر اگر نفس کے مقابلے پر قادر رہے اور حسن معاملت سے معالجہ نفس میں اس کو وافر حصہ ملا ہے اور وہ عورتوں پر صبر کر لے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس نے پورا فضل حاصل کیا ہے اور اپنی عقل کو کام میں لایا اور ایک آسان کام کی طرف راستہ پالیا۔

(عوارف المعارف ص ۳۰۹۔۳۱۰)

خیال رہے کہ اخص الخواص اولیاء کرام اپنے عزائم و ارادے جناب باری تعالیٰ میں پیش کرتے ہیں۔ پھر خداوند قدوس کی طرف سے حکم واجازت کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں جیسا کہ سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "مشائخ طریقت کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ہم مجرد رہنے اور نکاح نہ کرنے میں بھی اپنے اختیار کو دخیل نہیں ہونے دیتے یہاں تک کہ پردۂ غیب سے تقدیر کا جو حکم بھی ظاہر ہو سر تسلیم خم کر دیتے ہیں اگر ہماری تقدیر مجرد رہنے میں ہے تو ہم پارسائی کی کوشش کرتے ہیں اور اگر نکاح کرنے میں ہے تو ہم سنت کی پیروی کرتے ہیں۔

(کشف المحجوب ص ۵۲۷)

حضور سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ نکاح کرنا واجب ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا "یہ اختلافی مسئلہ ہے بعض فقہا کا قول ہے کہ نکاح کرنا سنت ہے اور بعض کا قول ہے کہ اگر اس کے بس میں بچان نہ ہو تو (مجرد رہ کر) عبادت میں مشغول رہنا اولیٰ ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نکاح کی مشغولیت افضل ہے۔ (اور میں غوث الاعظم کہتا ہوں) جب تک تو درجۂ عبادت وطلب میں ہے اس وقت تک عبادت میں مشغول رہنا افضل ہے اور اگر تو (سلوک ختم کر کے خدا کا) مراد ومطلوب بن جائے تو اب اپنے نفس کے متعلق کسی قسم کی بھی تدبیر کا تجھے حق نہیں۔ اگر وہ چاہے تو تیرا نکاح کر دے اور چاہے تو اس کے سوا کسی دوسرے شغل میں لگائے۔ (فیوض یزدانی)

مخفی نہ رہے۔ اولیاء کرام قدست اسرارہم کا یہ گروہ وہ ممتاز گروہ ہے جو اختلاف مذہب سے ترقی فرما کر حقیقت شریعت پر عمل پیرا ہوتا ہے اس لئے اس سے سرزد ہونے والے بعض امور اگر چہ شریعت ظاہر کے خلاف معلوم ہوں مگر وہ محفوظ ہونے کی وجہ سے ایک بھی دقیقہ شرعی ترک نہیں کرتا۔ چنانچہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

> "شریعت کی ایک صورت ہے۔ اور ایک حقیقت۔ اس کی صورت وہ ہے جس کے بیان کے علماء ظاہر کفیل وضامن ہیں۔ اور اس کی حقیقت وہ ہے جس کے بیان کے ساتھ بلند گروہ صوفیہ ممتاز ہے۔ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے لیکن چونکہ محفوظ ہوتا ہے اس لئے وقائق شریعت سے ایک دقیقہ بھی نہیں

چھوڑتا۔ وہ جماعت جواس دولت عظمیٰ سے مشرف ہوتی ہے اس کی تعداد بہت ہی کم ہے۔اور صوفیہ کی ایک کثیر جماعت اس مقام عالی کے سایہ ہی تک پہنچتی ہے۔"

(مکتوبات امام ربانی دفتر المکتوب ۱۷۲)

تحقیق کیجئے تو سرکار قطب المدار اسی دولت عظمیٰ سے مشرف اوراسی مقام عالی پرجلوہ افروز نظر آتے ہیں۔ چنانچہ شیخ محقق حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدار پاک کے اوصاف میں تحریر فرماتے ہیں:

"بعضے اوضاع ایشاں برخلاف ظاہر شریعت بود"۔ (اخبارالاخیار)

اورشریعت ظاہر سے بعض امور کے خلاف ہونے کا سبب وہی "حقیقت شریعت کا علم" ہے جومجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا۔ چنانچہ صاحب لطائف اشرفی لکھتے ہیں کہ:

"قطب المدار مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو بروحانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بکمال مہربانی خوددست اوگرفتہ اسلامی حقیقی تعلیم فرمودندو بروحانیت علی کرم اللہ وجہہ سپردند"۔

(کلید معرفت المعروف بزم وارثی صفحہ ۱۱۷۔گلزار وارث)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن چشتی نے حضرت بدیع الدین قطب مدار المقلب بہ زندہ شاہ مدار کے واقعات ایک کتاب "مرأۃ مداری" میں لکھے جس کا قلمی نسخہ ۱۰۶۴ھ کا لکھا ہوا کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔لکھا ہے کہ:

"حضرت شاہ بدیع الدین نے علاوہ قرآن مجید کے توریت وزبور وانجیل کا بھی علم حاصل کیا۔ پھر بھی تشفی نہ ہوئی اوردربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں مدینہ پہنچ کر ریاضت کش رہے۔ بہ عالم روحانی حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام حقیقی کی تلقین کی اوران کو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے حوالے فرمایا کہ ان کو تعلیم دو"۔

(کلمۃ الحق صفحہ ۹۶۵۔حصہ دو۔مصنف حامد ابن بشیر سابق چیف جسٹس سٹی کورٹ،حیدرآباد)

حضرت مولانا عبدالرشید ظہورالاسلام سہرامی حنفی قادری تحریر فرماتے ہیں:

"بعض علماء ظاہریہ کا حضرت قطب المدار کے ساتھ سبب مخالفت یہ تھا کہ حضرت قطب المدار موصوف نے علوم دینیہ ومعارف یقینیہ خود روحانیت پاک حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اخذ فرمایا تھا اورکتب آسمانی حضرت امام مہدی عسکری رضی اللہ عنہ کی خدمت مبارک میں پڑھے تھے اوراختلافات مذاہب کو چھوڑ کر مشرب حق پر پہنچ گئے تھے اوربعض علماء ظاہر آپ کے سامنے ابجد خواں تھے اورآپ قدم باقدم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اورائمہ اہل بیت نبویہ کے تھے اوراسی طریقہ پرعمل فرماتے تھے اورچونکہ آپ کے بعض اطوار مجتہدین کی رائے وقیاس کے موافق نہ تھے اس واسطے بعض علماء ظاہریہ حقیقت کاروا صلی ومعاملہ سے ناواقف رہ کرعلم اختلاف ونزع بلند کرتے ہیں"۔

(ثواقب الآثار فی مناقب قطب المدار صفحہ ۴۰)

غرض حضرت سید بدیع الدین شیخ احمد قطب المدار اسی ممتاز گروہ سے تھے اوراس گروہ کے تعلق سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مکتوب میں اس طرح

فرماتے ہیں:

"یہ لوگ اصحاف کشف ومشاہدہ ہیں اور یہی لوگ تجلیات وظہورات کے مالک ہیں۔ الہام ان کو ہوتے ہیں اور کلام ان سے ہوتا ہے۔ اکابر حقیقت میں یہی لوگ ہیں۔ یہ علوم واسرار بلاواسطہ اصل سے اخذ کرتے ہیں اور مجتہدین جس طرح اپنی رائے اور اجتہاد کے پابند ہوتے ہیں یہی لوگ معارف ومواجبہ میں اپنے الہام اور فراست کے تابع ہوتے ہیں۔ پس جائز ہے کہ خواص اہل اللہ اللہ تعالیٰ کے افعال اور ذات وصفات کے معارف میں بعضے اسرار وحقائق معلوم کریں کہ ظاہر شریعت ان معارف سے خاموش ہو اور حرکات وسکنات میں خداوند تعالیٰ کا اذن یا عدم اذن معلوم کرلیں اور خدا تعالیٰ کی مرضی اور عدم کو جان لیں"۔

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات میں بعض نفلی عبادتوں کا ادا کرنا ناپسندیدہ جانتے ہیں اور ان کو ان کے چھوڑ دینے کا حکم ہوتا ہے۔ (خیال رہے مسئلہ نکاح اس سے مختلف نہیں) اور کبھی وہ سونے کو جاگنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔ احکام شرعیہ اوقات پر مقرر ہیں اور احکام الہامیہ ہر وقت ثابت اور چونکہ ان بزرگواروں کی حرکات وسکنات خدا تعالیٰ کے اذن سے وابستہ ہیں۔ تو لازماً "دوسروں کے نوافل ان کے فرائض ہیں" مثلاً ایک کام ایک آدمی کی نسبت شریعت کا نفلی حکم ہے اور وہی فعل کسی دوسرے کے لئے بطور الہام فرض ہے۔ پس دوسرے کبھی نوافل ادا کرتے ہیں اور کبھی امور مباحہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور یہ بزرگوار چونکہ کام کو خدا تعالیٰ کی اجازت اور حکم سے کرتے ہیں تو وہ سب ان کے لئے فرض ہوتے ہیں۔ دوسروں کے مباح اور مستحب ان کے فرائض ہیں اس لحاظ سے ان بزرگواروں کی بلندی مرتبہ معلوم کرنا چاہئے۔ علماء ظاہر امور دین میں غیبی اخبار کو صرف انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں اور دوسروں کو ان اخبار میں شرکت جائز نہیں سمجھتے۔ اور یہ بات وراثت کے منافی ہے۔ اور بہت سے علوم اور معارف صحیحہ کی نفی ہے جو کہ دین متین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں شرعی احکام ادلہ اربعہ سے وابستہ ہیں کہ الہام کو ان میں کوئی دخل نہیں لیکن امور دینیہ احکام شرعیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں کہ جن میں پانچواں اصل الہام ہے۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ تیسرا الہام ہے۔ کتاب وسنت کے بعد یہ اصل قیامت تک قائم ہے۔ پس دوسروں کو ان بزرگواروں سے کیا نسبت؟ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ بعض اوقات میں عبادت کرتے ہیں اور وہ عبادت ناپسند ہوتی ہے۔ اور یہ بزرگوار بعض حالات میں عبادت چھوڑ دیتے ہیں اور وہ چھوڑ دینا پسندیدہ ہوتا ہے۔ تو حق جل وعلا کے نزدیک ان کا ترک دوسروں کے فعل سے بہتر ہے۔

☆☆☆

ایک ضروری اعلان

ادارہ رہبر نور اگلے شمارے سے دینی فقہی مسائل پر مبنی "سوالات وجوابات" کا ایک مستقل کالم شروع کرنے جا رہا ہے جس میں "دارالافتاء مداریہ بورڈ" کے مفتیان کرام کے حقائق سے لبریز جوابات سے آپ مستفید و مستفیض ہوں گے۔

اسلام کا تصور حکومت

(ایک ایسی تحریر جس سے آپ کی فکر کو نئی راہ ملے گی)

اسلامی شریعت میں ملک گیری کی غرض سے تلوار اٹھانا ،قطعاً حرام ہے، اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ فعل حرام ہے تو آخر صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ان حملوں کی کیا توجیہ کی جائے جو انہوں نے عراق، شام، ایران، آرمینیہ، مصر اور شمالی افریقہ وغیرہ ممالک پر کیے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام، حکومت میں یگانے اور بیگانے کی کوئی تمیز نہیں کرتا، بلکہ عدل اور ظلم کو وجہ امتیاز قرار دیتا ہے۔ اگر ایک ملک کی حکومت خود اس کے اپنے باشندوں کے اختیار میں ہو لیکن اس کے حکمراں بدکار ظالم، نفس پرست اور ناخدا ترس ہوں تو اسلام کی نگاہ میں اسی قدر نفرت کے قابل ہیں، جس قدر ایک اجنبی حکومت کے ایسے ہی بدکردار عمال ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایک غیر مسلم مسلمانوں پر حکومت کرتا ہے اور تمام امور میں انصاف، امانت، دیانت اور خدا ترسی کے ساتھ کام کرتا ہے مظلوموں کی دادرسی کرتا ہے، حق والوں کے حق دلواتا ہے۔ تکبر اور تعلیٰ نہیں کرتا، نفس پروری اور خود غرضی سے احتراز کرتا ہے اور رعیت کی اصلاح حال کے سوا کسی اور ذاتی غرض کیلئے اپنی قوتوں کو استعمال نہیں کرتا تو اسلام کے نزدیک مسلمانوں کیلئے وہ غیر مسلم اس مسلمان حکمراں سے بہتر ہے جو ان صفات سے عاری ہو یہ خیال کہ ظالم مسلم حکومت، عادل غیر مسلم حکومت سے بہتر ہے ایک ایسا خیال ہے جسے اسلام اصلاً غلط اور کلیۃً باطل سمجھتا ہے۔ اس معاملہ کو وہ قومیت اور وطنیت کی نظر سے نہیں بلکہ خالص انسانیت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ صالح انسان غیر صالح کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہے اور انسان خوبیوں میں اپنے اور پرائے، وطنی اور اجنبی، ہندی و عراقی، زنگی و فرنگی، کالے اور گورے کی تمیز کو دخل دینا اندھا تعصب ہے۔

اسلام کے اس عقیدے کے مطابق حکومت کی اچھائی کا معیار نہ اس کا قومی اور اختیاری ہونا ہے اور نہ اس کی برائی کا معیار اجنبی یا غیر خود اختیاری ہونا ہے۔ اصل سوال صرف یہ ہے کہ حکومت کا نظام، عادلانہ اور حق پرستانہ ہے یا نہیں، اگر پہلی صورت ہے تو اسلام اس کے مٹانے کی کوشش تو درکنار، ایسے ارادے کو بھی گناہ اور ظلم عظیم سمجھتا ہے۔ لیکن دوسری صورت میں وہ ایک ظالمانہ نظام حکومت کو مٹا کر، ایک سچا عادلانہ نظام حکومت قائم کرنا اولین فرض قرار دیتا ہے۔ قومی اور اجنبی کے سوال سے اس نے نفیاً یا اثباتاً کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے نزدیک حکومت کے اچھے یا بُرے ہونے کے سوال پر اس کے قومی ہونے یا نہ ہونے کا کوئی اثر نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ غیر قومی حکومت عموماً ظالم اور جابر ہوتی ہے کیونکہ ایک قوم دوسری قوم پر حکومت قائم ہی اس لئے کرتی ہے کہ اسے غلام بنا کر، اپنی مصلحت کیلئے استعمال کرے اور اس کے برعکس قومی حکومت میں، اصلاح

فرماتے ہیں:

"یہ لوگ اصحاف کشف ومشاہدہ ہیں اور یہی لوگ تجلیات وظہورات کے مالک ہیں ۔ الہام ان کو ہوتے ہیں اور کلام ان سے ہوتا ہے۔ اکابر حقیقت میں یہی لوگ ہیں۔ یہ علوم واسرار بلاواسطہ اصل سے اخذ کرتے ہیں اور مجتہدین جس طرح اپنی رائے اور اجتہاد کے پابند ہوتے ہیں ہی لوگ معارف ومواجبہ میں اپنے الہام اور فراست کے تابع ہوتے ہیں۔ پس جائز ہے کہ خواص اہل اللہ اللہ تعالیٰ کے افعال اور ذات وصفات کے معارف میں بعضے اسرار وحقائق معلوم کریں کہ ظاہر شریعت ان معارف سے خاموش ہو اور حرکات وسکنات میں خداوند تعالیٰ کا اذن یا عدم اذن معلوم کرلیں اور خدا تعالیٰ کی مرضی اور عدم کو جان لیں"۔

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات میں بعض نفلی عبادتوں کا ادا کرنا ناپسندیدہ جانتے ہیں اور ان کو ان کے چھوڑ دینے احکم ہوتا ہے۔ (خیال رہے مسئلہ نکاح اس سے مختلف نہیں) اور کبھی وہ سونے کو جاگنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔ احکام شرعیہ اوقات پر مقرر ہیں اور احکام الہامیہ ہر وقت ثابت اور چونکہ ان بزرگواروں کی حرکات وسکنات خدا تعالیٰ کے اذن سے وابستہ ہیں۔ تو لازماً "دوسروں کے نوافل ان کے فرائض ہیں" مثلاً ایک کام ایک آدمی کی نسبت شریعت کا نفلی حکم ہے اور وہی فعل کسی دوسرے کے لئے بطور الہام فرض ہے۔ پس دوسرے کبھی نوافل ادا کرتے ہیں اور کبھی امور مباحہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور یہ بزرگوار چونکہ کام کو خدا تعالیٰ کی اجازت اور حکم سے کرتے ہیں تو وہ سب ان کے لئے فرض ہوتے ہیں۔ دوسروں کے مباح اور مستحب ان کے فرائض ہیں اس لحاظ سے ان بزرگواروں کی بلندی مرتبہ معلوم کرنا چاہئے۔ علماء ظاہر امور دین میں غیبی اخبار کو صرف انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں اور دوسروں کو ان اخبار میں شرکت جائز نہیں سمجھتے۔ اور یہ بات وراثت کے منافی ہے۔ اور بہت سے علوم اور معارف صحیحہ کی نفی ہے جو کہ دین متین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ۔ ہاں شرعی احکام ادلہ اربعہ سے وابستہ ہیں کہ الہام کو ان میں کوئی دخل نہیں لیکن امور دینیہ احکام شرعیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں کہ جن میں پانچواں اصل الہام ہے۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ تیسرا الہام ہے۔ کتاب وسنت کے بعد یہ اصل قیامت تک قائم ہے۔ پس دوسروں کو ان بزرگواروں سے کیا نسبت؟ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ بعض اوقات میں عبادت کرتے ہیں اور وہ عبادت ناپسند ہوتی ہے۔ اور یہ بزرگوار بعض حالات میں عبادت چھوڑ دیتے ہیں اور وہ چھوڑ دینا پسندیدہ ہوتا ہے۔ تو حق جل وعلا کے نزدیک ان کا ترک دوسروں کے فعل سے بہتر ہے۔

☆☆☆

ایک ضروری اعلان

ادارہ رہبر نور اگلے شمار سے دینی فقہی مسائل پر مبنی "سوالات وجوابات" کا ایک مستقل کالم شروع کرنے جا رہا ہے جس میں "دارالافتاء مداریہ بورڈ" کے مفتیان کرام کے حقائق سے لبریز جوابات سے آپ مستفید و مستفیض ہوں گے۔

اسلام کا تصور حکومت

(ایک ایسی تحریر جس سے آپ کی فکر کو نئی راہ ملے گی)

اسلامی شریعت میں ملک گیری کی غرض سے تلوار اٹھانا ،قطعاً حرام ہے،اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ فعل حرام ہے تو آخر صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ان حملوں کی کیا توجیہ کی جائے جو انہوں نے عراق، شام، ایران، آرمینیہ، مصر اور شمالی افریقہ وغیرہ ممالک پر کئے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام، حکومت میں یگانے اور بیگانے کی کوئی تمیز نہیں کرتا، بلکہ عدل اور ظلم کو وجہ امتیاز قرار دیتا ہے۔ اگر ایک ملک کی حکومت خود اس کے اپنے باشندوں کے اختیار میں ہو لیکن اس کے حکمراں بدکار عالم نفس پرست اور ناخدا ترس ہوں تو اسلام کی نگاہ میں اسی قدر نفرت کے قابل ہیں، جس قدر ایک اجنبی حکومت کے ایسے ہی بدکردار عمال ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایک غیر مسلم مسلمانوں پر حکومت کرتا ہے اور تمام امور میں انصاف، امانت ، دیانت اور خدا ترسی کے ساتھ کام کرتا ہے مظلوموں کی دادرسی کرتا ہے، حق والوں کے حق دلواتا ہے۔ تکبر اور تعلیٰ نہیں کرتا، نفس پروری اور خود غرضی سے احتراز کرتا ہے اور رعیت کی اصلاح حال کے سوا کسی اور ذاتی غرض کیلئے اپنی قوتوں کو استعمال نہیں کرتا تو اسلام کے نزدیک مسلمانوں کیلئے وہ غیر مسلم اس مسلمان حکمراں سے بہتر ہے جو ان صفات سے عاری ہو یہ خیال کہ ظالم مسلم حکومت، عادل غیر مسلم حکومت سے بہتر ہے ایک ایسا خیال ہے جسے اسلام اصلاً غلط اور کلیۃً باطل سمجھتا ہے۔ اس معاملہ کو وہ قومیت اور وطنیت کی نظر سے نہیں بلکہ خالص انسانیت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ صالح انسان غیر صالح کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہے اور انسان خوبیوں میں اپنے اور پرائے ، وطنی اور اجنبی ، ہندی و عراقی ، زنگی و فرنگی، کالے اور گورے کی تمیز کو دخل دینا اندھا تعصب ہے۔

اسلام کے اس عقیدے کے مطابق حکومت کی اچھائی کا معیار نہ اس کا قومی اور اختیاری ہونا ہے اور نہ اس کی برائی کا معیار اجنبی یا غیر خود اختیاری ہونا ہے۔ اصل سوال صرف یہ ہے کہ حکومت کا نظام ، عادلانہ اور حق پرستانہ ہے یا نہیں، اگر پہلی صورت ہے تو اسلام اس کے مٹانے کی کوشش تو درکنار، ایسے ارادے کو بھی گناہ اور ظلم عظیم سمجھتا ہے۔ لیکن دوسری صورت میں وہ ایک ظالمانہ نظام حکومت کو مٹا کر، ایک سچا عادلانہ نظام حکومت قائم کرنا اولین فرض قرار دیتا ہے۔ قومی اور اجنبی کے سوال سے اس نے نفیاً یا اثباتاً کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے نزدیک حکومت کے اچھے یا بُرے ہونے کے سوال پر اس کے قومی ہونے یا نہ ہونے کا کوئی اثر نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ غیر قومی حکومت عموماً ظالم اور جابر ہوتی ہے کیونکہ ایک قوم دوسری قوم پر حکومت قائم ہی اس لئے کرتی ہے کہ اسے غلام بنا کر، اپنی مصلحت کیلئے استعمال کرے اور اس کے برعکس قومی حکومت میں ، اصلاح

پذیری کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے، لیکن باوجود اس کے یہ ضروری نہیں ہے کہ قومی حکومت ہر حال میں بہتر ہو۔ اور غیر قومی حکومت کسی حال میں عادل نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ایک قوم پر خود اس کے اپنے سرکش افراد شیطان کی طرح مسلط ہو جائیں۔ اور اسے اپنی شخصی اغراض کا غلام بنا کر تباہ و برباد کردیں، اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک قوم کو غیر قوم کے نفس اور بے غرض مصلحین، ظلم واستبداد کے پنجہ سے رہائی دلائیں اور اس کیلئے مادی اور روحانی ترقی کی راہیں کھول دیں۔

اسلام میں حکومت کی خوبی کا اصل معیار، عادل وصالح ہونا ہے، اور اس کی برائی کا اصلی، معیار، غیر عادل اور غیر صالح ہونا ہے۔ اس سے یہ مطلب نکالنا صحیح نہیں ہے کہ اسلام قومی حکومت کا دشمن ہے وہ ہر قوم کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ وہ اپنے احوال کی اصلاح خود کرے مگر جب کسی قوم کے اعمال بگڑ جائیں، اس کی اخلاقی حالت خراب ہوجائے، اور اپنے شریر ومفسد لوگوں کی پیروی واطاعت کرکے ذلت وگمراہی کی پستیوں میں گر جائے، تو اسلام کے نزدیک اس قوم کو حکومت خود اختیاری کا حق باقی نہیں رہتا اور دوسرے لوگوں کو جو اس کے مقابلہ میں زیادہ نیک ہوں اس پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔

قرآن حکیم میں نافرمان اور بدکار قوموں کو جگہ جگہ دھمکی دی گئی ہے۔ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ (سورہ محمد، رکوع ۴۶)

ترجمہ اور اگر تم نے روگردانی کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے بدلے دوسری قوم کو لاکھڑا کریگا۔ اور وہ لوگ تم جیسے نہیں ہوں گے۔

الا تنصروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیر کم تضروہ شیئا. (سورہ توبہ ۱۶)

ترجمہ: اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک مصائب میں مبتلا کرے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم کو کھڑا کردے گا تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔

ان یشا یذھبکم ایھا الناس ویات باخرین. وکان اللہ علی ذالک قدیرا.

ترجمہ: لوگو اگر خدا چاہے تو تم لوگوں کو ہٹا کر دوسرے لوگوں کو تمہاری جگہ لے آئے اور خدا اس پر قادر ہے۔ (سورہ نساء۔ رکوع ۱۹)

اس معنی کی آیات قرآن کریم میں بکثرت آئی ہیں اور ان سب کا منشاء یہ ہے کہ حکمران بے راہی اور ناانصافی سے اپنے کو بچاتا رہے تاکہ اس کا عزل اور دوسرے کا نصب نہ ہونے پائے۔ جو قوم صلاحیت کو کھودیتی ہے وہ اس حق کو بھی کھودیتی ہے اور جو صلاحیت اپنے اندر پیدا کرلیتی ہے وہ اس حق کو بھی حاصل کرلیتی ہے، اس صلاحیت کو محض قوت وطاقت کا ہم معنی سمجھئے۔ یہ جوہر خاص ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو ایک خدا کی بندگی کرتے ہیں برے اعمال سے روکتے ہیں، اچھے اعمال کا حکم دیتے ہیں۔ ہر عمل خیر کے انجام دینے پر مستعد رہتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ انہیں ایک دن اپنے اعمال کا پورا پورا حساب دینا پڑے گا۔

یؤمنون باللہ والیوم الآخر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات اولئک من الصلحین. (آل عمران۔۱۲)

ترجمہ: خدا اور روز آخرت پر ایمان لائے ہوئے ہیں اچھے کاموں کیلئے لوگوں کو کہتے ہیں اور برے کاموں کے کرنے سے لوگوں کو کہتے ہیں کہ نکیریں اور نیک کاموں کے انجام دہی میں جلدی کرتے ہیں یہی تو ہیں اچھے لوگ۔

یہ صالح لوگ کسی ایک قوم یا ایک ملک کی جائداد نہیں ہیں، بلکہ تمام نوع بشری اور کائنات انسان کی مشترکہ جائداد ہیں۔ آدم کی ساری اولاد کو ان کی صلاحیت سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے اور اگر وہ اپنی کو بلاضرورت کسی محدود جماعت یا کسی رقبہ کے لئے مخصوص کردیں۔ تو یقیناً یہ انسانیت پر ان کا ظلم ہوگا

اسلام نے ان کے لئے رنگ نسلی یا جغرافیائی کے قبیل سے کوئی حد مقرر نہیں کی بلکہ بلا قید، تمام روئے زمین کیلئے ان کی قابلیتوں کے فوائد کو عام کر دیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں بالتصریح ارشاد ہوتا ہے۔ **ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون۔** (سورہ انبیاء)

ترجمہ: ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

یہ حکومت اور سلطنت کے متعلق اسلامی تعلیم کی اصل روح ہے اس کو سمجھ لینے کے بعد صحابہ کرامؓ کی ان فاتحانہ اقدامات کا سبب اور اس کی ضرورت، بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ جن سے انہوں نے قیصر وکسریٰ کی بادشاہت کے تخت الٹ دیئے اور باطل کی فرمانبرداری کے سارے طلسم کو درہم برہم کر دیا۔ انہوں نے اپنے کی اصلاح سے فارغ ہو کر جب باہر کی دنیا پر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ تمام ہمسایہ ممالک پر ظالم بادشاہ اور جابر امراء مسلط ہیں قوت والوں نے کمزوروں کو غلام بنالیا ہے، دولت والوں نے غریبوں کو خرید رکھا ہے، انسان انسان کا خدا بن گیا ہے، عدل وانصاف، قانون کوئی چیز نہیں ہے۔ بادشاہوں اور حاکموں کی چشم وابرو کے اشارہ پر لوگوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں، عزتیں لٹتی ہیں، گھر برباد ہوتے ہیں اور قوموں کی قسمتوں کے فیصلے ہوجاتے ہیں۔ غریب محنتی لوگ اپنا خون پانی ایک کر کے جو دولت کماتے ہیں وہ طرح طرح کی زیادتیوں سے لوٹی جاتی ہے اور امراء کی عیش پسندیوں میں اڑائی جاتی ہے، حاکم لوگ خود سیاہ کار، بدعمل، اور ہوس پرست ہیں۔ اس لئے رعیت بھی معصیتوں میں مبتلا ہے۔ شراب جوئے اور زنا کی عام اجازت ہے رشوت اور خیانت کا بازار گرم ہے، نفس کی شرارتوں نے اخلاق وانسانیت کے تمام قیود کو توڑ دیا ہے بہیمی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے انسان کسی قید سے آشنا نہیں رہا اور اس کی دنائت اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ اگر تمدن کی اوپری شان وشوکت کے پردے اٹھا کر اسے دیکھا جائے تو حیوانوں کو بھی اس کی حیوانیت پر شرم آنے لگے۔

انسانی برادری کو اس ذلیل حالت میں مبتلا دیکھ کر، صالحین کی وہ سرفروش جماعت، اصلاح کیلئے کمربستہ ہوگئی، پہلے اس نے وعظ وتذکرے سے کام لیا، اور کسریٰ۔ عجم، قیصر روم مقوقس مصر کو دعوت دی کہ اسلام کے قانون عدل وحق پرستی کو اختیار کریں، جب انہوں نے اس دعوت کو رد کر دیا تو پھر مطالبہ کیا کہ حکومت اور فرمانروائی کو مسند کو ان لوگوں کے لئے خالی کر دیں جو اس کے اہل نہیں، مگر جب اس مطالبہ کو بھی رد کر دیا گیا اور اس کے جواب میں تلوار پیش کی گئی تو مٹھی بھر انسانوں کی اس بے سروسامان جماعت بیک وقت دو عظیم الشان سلطنتوں کے تخت الٹ دیئے اور سرحد ہندوستان سے لیکر شمالی افریقہ تک جو لوگ ان کے ظلم سے پامال ہو رہے تھے ان سب کو یک لخت آزاد کر دیا ان کی حکومتوں نے ان قوموں کو اس پستی سے نکالا جس میں وہ گری ہوئی تھیں، انہیں امانت داری، مادی اخلاقی اور روحانی ترقی کی معراج پر پہنچایا۔ اور جو ملک تہذیب وتمدن کیلئے بالکل بے خبر ہوگئے تھے۔ ان میں نئے سرے سے نمو اور روئیدگی کی وہ قوتیں پیدا کیں کہ آج تک عالم انسانی میں ان کے گلزار کی مہک باقی ہے۔

قوم پرستی کا مذہب تو شاید یہی فیصلہ کرے کہ ایران وروم چاہے مٹ جاتے مگر عربوں کو ان پر حملہ کرنے کا حق نہیں تھا لیکن صداقت کا مذہب یہ کہتا ہے کہ انہوں نے اس طرح انسانیت کی سب سے بڑی خدمت انجام دی اور درحقیقت دنیا کی بدقسمتی تھی کہ اس کا ایک بڑا حصہ اس جماعت کی خدمت سے محروم رہ گیا، جس سے زیادہ صالح جماعت سورج کی آنکھ نے زمین کے چہرے پر کبھی نہیں دیکھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ملک عرب کی سلطنت کے بااختیار فرمانروا منتخب کیے جاتے ہیں، انتخاب کے دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں دیکھتے ہیں کہ سر پر کپڑوں کے تھان لادے ہوئے

بازار جارہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں کہ اب آپ مسلمانوں کے امیر ہیں آپ کو یہ کام زیبا نہیں ہے۔ وہ جواب دیتے ہیں پھر میں اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ کیونکر پالوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجویز کرتے ہیں کہ کام آپ کیلئے ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر دیا کریں گے۔ چنانچہ ان سے خلیفہ اسلام کا یہ معاملہ طے ہوتا ہے کہ وہ ان کی تجارت کا کام سنبھالیں اور ان کے اہل وعیال کیلئے ایک متوسط درجہ کے مہاجر کی خوراک، اور گرمی جاڑے کا کپڑا مہیا کر دیا کریں پھر بیت المال سے خلیفہ کیلئے پانچ سو درہم (آج کل کے حساب سے سو روپیہ سے کچھ زیادہ) ماہانہ تنخواہ مقرر ہو جاتی ہے جب انتقال کا وقت قریب آتا ہے تو آپ لوگوں سے فرماتے ہیں کہ خلیفہ ہونے کے بعد سے میرے مال میں جو کچھ اضافہ ہوا ہو اس کا حساب کرنا اور وہ سب نئے خلیفہ کے سپرد کر دینا۔ انتقال کے بعد جب حساب کیا جاتا ہے تو ایک اونٹنی، ایک زنگی غلام اور ایک پرانی چادر کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اسلامی فتوحات کا سیلاب، ایران سے لیکر شمالی افریقہ تک پھیل گیا تھا اور اموال خراج کی اس قدر کثرت تھی کہ کروڑوں درہم سالانہ خزانہ میں داخل ہوتے تھے، قیصر وکسریٰ کے سارے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔ مگر خود اس سلطنت کے فرمانروا کا یہ حال تھا کہ بدن پر بارہ بارہ پیوند لگے ہوئے کپڑے ہوتے تھے۔ پاؤں میں پھٹی ہوئی چپل اور سر پر بوسیدہ عمامہ پہنے ہوئے یتیموں، بیواؤں اور ضرورتمندوں کی خبر گیری کرتے پھرتے تھے۔ روم وعجم کے لوگ آتے تو انہیں عام مسلمانوں میں فرمانروائے عرب کا پہچاننا مشکل ہوتا تھا۔ شام کا سفر کیا تو اس شان سے کہ لوگ خلیفہ اسلام اور ان کے غلام میں تمیز نہ کر سکے۔ فتح بیت المقدس کے موقع پر شہر میں داخل ہوئے تو پیادہ پا تھے۔ اور ایسے موٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے مسلمانوں کو عیسائیوں کے خیال سے شرم آنے لگی اونٹ کا دودھ زیتون کا تیل، سرکہ اور گیہوں کی روٹی، یہ بہتر سے بہتر غذائیں تھیں۔ جوان کو نصیب ہوتی تھیں، جب انتقال ہوا تو گھر میں اتنا اثاثہ نہ تھا کہ قرضے ادا کئے جاتے اس لئے رہنے کا مکان بیچا گیا اور اس سے قرضے ادا کئے گئے۔

یہ واقعات قصہ وافسانہ نہیں تاریخ کے مستند حقائق ہیں انہیں دیکھ کر بتایئے کہ دنیا میں اس سے بہتر حکومت کا کوئی اور بھی نمونہ موجود ہے؟ جن لوگوں کا آئین عملداری تقویٰ وطہارت، خداترسی، بےنفسی وبےغرضی، حریت ومساوات، عدل وانصاف، وفائے عہد اور دیانت وامانت پر قائم ہو کیا ان کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے کہ دنیا پر حکومت کرنا یا بالفاظ صحیح تر، دنیا کی خدمت کرنا صرف انہیں کا حق ہے اگر انہوں نے عجم کے عیش پرست اور ظالم حکمرانوں سے عجم کا تخت خالی کرالیا اگر انہوں نے روم کے سیاہ کاروں اور جفاپیشہ فرمانرواؤں کو روم کی حکومت سے بےدخل کر دیا اگر انہوں نے آس پاس کی تمام شیطانی حکومتوں کے تختے الٹ دیئے اور اس کی جگہ منصفانہ حکومت قائم کی تو بتایئے یہ انسانیت پر ظلم تھا یا اس کی خدمت؟ ان کے مقابلے میں مغرب کے ان جھوٹے مدعیوں کی کیا وقعت ہے جن کو تقویٰ وپرہیزگاری سے واسطہ نہیں، وفائے عہد کی ہوا تک نہیں لگی، عدل وانصاف اور دیانت وامانت سے بعد تام ہے اور بجز ملک گیری کی ہوس مال وزر کا حرص اور حصول اقتدار کی خواہش کے کسی اور جذبہ سے آشنا نہیں ہیں۔

ہم کو تسلیم ہے کہ بعد زمانوں میں مسلمانوں کی اکثر حکومتوں کا عمل اس اصول جہانبانی کے مطابق نہیں رہا جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ مگر یہ نقص اسلام کا نہیں اس کے پیروؤں کا ہے اسلام تو ایک قانون ہے جو قرآن وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے۔ جو حکومت اس قانون کے مطابق عمل کرتی ہے وہ اسلامی حکومت ہے اور جس کا عمل اس کے خلاف ہے وہ اسلامی حکومت نہیں ہے ہمارے لئے مسلمان بادشاہوں کا عمل حجت نہیں بلکہ اسلام کا قانون حجت ہے۔ ☆☆☆

روزہ اور جدید سائنس

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں

ڈاکٹر اقتدا حسین جعفری عامرؔ

جاپان کے عظیم ماہر حیاتیات Biologist یوشی نوری اوسومی Yoshinori Ohsumi ان کو ”سرطان“ Cancer سے حفاظت کا معقول طریقہ تلاش کرنے پر Nobel Prize in Physiology or Medicine یعنی فعلیات اور طب میں یہ اعزاز ملا تھا۔ انھوں نے اپنی Resarch یعنی تحقیق میں واضح کیا کہ اگر انسان ہر سال 20 یا 25 دن لگا تار 14 سے 15 گھنٹے بنا کھائے پیئے رہتا ہے تو اسکے جسم میں سرطان کے مواقع نا کے برابر ہوتے ہیں۔

غور طلب ہے کہ جب ہم روزہ کی حالت میں ہوتے ہیں تو ہمارے جسم میں Nutrients یعنی غذایت کی کمی ہو جاتی ہے ۔اور اس کمی کو پورا کرنے کیلئے ہمارا جسم اپنے ہی کچھ حصوں Cells کو اپنی خوراک بنالیتا ہے۔ جو Damage ہو جاتے ہیں۔ یا سڑے گلے ہوتے ہیں۔ اس Process یعنی طریقہ کار کو انھوں نے Auto Phagy یا Self Eating کا نام دیا ہے۔ چونکہ ہمارا جسم متاثرہ حصوں کو خود بخود کھا جاتا ہے۔ اگر ہم سرطان Cancer سے نجات چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ ہم رمضان المبارک کے روزوں کا اہتمام کریں۔

ماسوا اسکے روزے سے حاصل ہونے والے فوائد سے متاثر ہو کر ماہرین حیاتیات نے روزہ پر زبردست تحقیق کی ہے۔ روزہ انسانی کی ذہنی جسمانی اور روحانی صلاحیتوں پر کس طرح اثرانداز ہوتا ہے۔ مثلاً Improvement of Self Control & Will Power خود پر قابو پانا اور قوت ارادی کو مستحکم بنانا۔ دراصل روزے کی حالت میں انسان کے Brain دماغ کے Function بہت حد تک Improve ہو جاتے ہیں۔ اگر دماغ کے Neurotransmitter یعنی (عصبی ناقل) میں کوئی In balance ہوں تو وہ بھی اپنی اصل حالت میں آجاتے ہیں۔ جس سے روزہ دار میں خود اعتمادی اور قوت ارادی میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنی وہ عادات جن کو عام دنوں میں چھوڑنے سے قاصر تھا روزے کی حالت میں قدرت رکھتا ہے۔

دوسرا بڑا فائدہ Boasting of Immunity روزے کی حالت میں جب انسان بھوک و پیاس کی شدت کو جھیل رہا

ہوتا ہے اور جسم میں خوراک کی بالکل کمی ہو جاتی ہے تو اس کا جسم Energy یعنی توانائی کو بڑے احتیات سے استعمال کرتا ہے۔جسم کی یہ کوشش رہتی ہے کہ توانائی کو محفوظ رکھے اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جسم میں پہلے سے موجو Cells Immun جسے ہم جسم کا مدافعتی نظام کہتے ہیں ان سلس کو باز احیائی Recycle کرتا ہے۔ایسے Immun Cells جنھوں نے حرکت کرنا بند کر دی ہوتی ہے یا مفلوج ہو جاتے ہیں ۔جسم ان کو ختم کر دیتا ہے۔پھر آہستہ آہستہ ان کی جگہ پر نئے Cells بن جاتے ہیں۔ جس کا روزے دار کو فائدا یہ ہوتا ہے کہ اس کے جسم کو تمام تر بیماریوں سے لڑنے کی قوت بہال ہو جاتی ہے۔

تیسرا فائدہ Reduction in Blood Sugar ہر کس و ناکس واقف ہے کہ جسم میں شکر کی مقدار کی زیادتی کو High Bood Sugar کہتے ہیں جسکی وجہ سے Pancreas یہ معدے کے قریب ایک غدہ ہوتا ہے لبلہ سا جو خون میں Insulin ایک ہارمونی مادّہ ہوتا ہے جو خون میں شکر کی مقدار کو معتدل رکھتا ہے۔لہٰذا Pancreas کو خون میں شکر کی زیادتی کی بنا پر Insulin زیادہ Release کرنا پڑتی ہے۔جس کی وجہ سے وہ Exhaust ہو جاتا ہے اور روزے دار کا جسم اس گلوکرز کے زخیرے کو استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے جو جسم میں پہلے سے موجود ہوتا ہے۔جس کی وجہ سے دوران خون Bloodstearm میں موجود گلوکوز کی مقدار میں کمی واقع ہوتی ہے اور Pancreas کو Insulin کم Release کرنا پڑتی ہے اسے آرام مل جاتا ہے اور اس کے کام میں بھی بہتری آجاتی ہے۔

چوتھا فائدہ Detoxification and Weight Loss انسانی جسم میں بہت سارے Toxins یعنی فاسق ماڈے موجود رہتے ہیں جو خوراک کے ذریعہ جسم میں داخل ہو جاتے ہیں اور چربی کے ساتھ جمع ہوتے رہتے ہیں۔جو جسم کیلئے نقصان کا باعث بنتے ہیں جب انسان روزے کی حالت میں ہوتا ہے اور جسم کو خوراک کم ملتی ہے جسم energy توانائی کو پورا کرنے کیلئے Fats کو Breakdown کر کے Energy حاصل کرتا ہے اور یہ فاسق ماڈے s Toxin جسم سے Release ہو جاتے ہیں۔جو روزے دار کے جسم کیلئے صحت بخش ہوتے اور جسم کو متوازن رکھتے ہیں۔

پانچواں فائدہ Restore test Appeaciation and Feeling of happiness روزہ دار کو غذائی لزت جتنی افطار میں حاصل ہوتی ہے عام دنوں میں نہیں۔مزید تحقیق سے یہ بھی پتا چلا کہ روزہ دار کے Teste bards یعنی زبان پر موجود ذائقہ چکھنے والے خلیوں کے Functions میں کثرت سے Improvement دیکھنے کو ملا ہے جسکی وجہ سے روزہ دار لاجواب ذائقہ کا مزا لیتا ہے۔اور جسم میں موجود ہارمون Endrophin کی Release بڑھ جاتی ہیاور روزہ دار اپنے کو بہتر محسوس کرتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر:۔ جب اسلام نے اس عدیم النظیر عبادت سے روشناس کرایا جس میں بے حد وحساب نیکی اور بھلائی کا سمندر موجزن تھا تو پوری انسانیت کو سیراب کرتا چلا گیا۔کیونکہ جب وہ روزہ رکھتا ہے تو وہ اللہ کی شدید محبت کی خاطر ایسا کرتا ہے۔اور

اپنے رب کی خوشنودی کے حصول کی امید رکھتے ہوئے دین کیلئے خود کو وقف کر دینے کا جذبہ اور اس عبادت کی تاثیر سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ روزہ دار اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کیلئے ظاہر و باطن ہر طرح بے وفائی یا بدعہدی اپنے رب سے نہیں کرتا۔ روزے کے معاملے میں خاص طور پر کوئی دنیاوی اقتدار ایسا نہیں ہے جو روزہ دار کے اس رویے پر روک لگا سکے یا اسے روزہ رکھنے پر مجبور کر سکے۔ وہ تو صرف اللہ کی محبت غالب آجانے پر ایسا کرتا ہے اور اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرتا ہے۔

روزہ دار کو کچھ چیزوں کی عارضی محرومی سے تکلیف پہونچتی ہے مگر صبر اور بے لوثی اس کا دامن نہیں چھوڑتی۔ حالانکہ یہ محرومی عارضی ہوتی ہے مگر ان تمام ایسے لوگوں پر جو ہفتوں، مہینوں زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم رہتے ہیں ان کی تکلیف کے اثرات کا احساس دلا دیتی ہے۔ یہ احساس روزہ دار کو بنی نوع سے حقیقی ہمدردی اور ضروریات کی خبر گیری میں حتی الامکان حساس بنا دیتا ہے۔ یقیناً ایسا شخص اپنی خواہشات پر قابو پا کر اپنی طبعی ترغیبات اور تحریصوں سے اپنے آپ کو بلند رکھ سکتا ہے۔

طبی ہدایات، اصول صحت اور انسانی تجربات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ خالی معدہ جو کثرت غذا سے بوجھل نہیں ہوتا وہ انسان کو ایک پاکیزہ روح اور اصاف ذہن وفکر مہیا کراتا ہے۔ روزہ دار جب اپنے معدے کو معمول کے خلاف آرام مہیا کراتا ہے تو روح کا ذکر ہی کیا وہ اپنے جسم کو بھی ان تمام نقصانات سے محفوظ کر لیتا ہے جو بسیار خوروں کو امراض و مضرات پیش آتے ہیں۔

روزہ انسان کو حکیمانہ بجٹ سازی اور آمد و خرچ کا صحت مند میزانیہ کا صحیح نظریہ دیتا ہے۔ کھانوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے کھانا بھی کم مقدار میں کھایا جاتا ہے تو کم محنت اور کم رقم خرچ ہوتی ہے۔ اس کو خانگی اقتصادیات اور بجٹ سازی کی ایک روحانی میقات کہا جا سکتا ہے اور جو نقل و حرکت اور مختلف اعمال کیلئے ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ اور روزمرہ کی زندگی کا رخ بدلنے میں روزہ دار کی مدد کرتا ہے اور اس میں تطابق پذیری کا ایک حکیمانہ احساس پیدا ہوتا ہے ایسا احساس جو زندگی میں پیش آنیوالے غیر متوقع مصائب پر قابو پالینے میں معاون ہوتا ہے۔ جو نقل و حرکت اور مختلف اعمال کیلئے ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

روزہ دار پورے مسلم معاشرے کے ساتھ ایک ہی وقت میں، ایک ہی مقصد کے حصول کیلئے، ایک ہی طریقے سے، ایک ہی فرض کی ادائیگی سے ہم کنار ہوتے ہوئے معاشرتی ربط و تعلق، اتحاد و اخوت، اللہ اور قانون کے پیش نظر مساوات کی حقیقی روح سے بہرہ ور ہوتا ہے اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ روزہ اللہ تعالیٰ کا تجویز کردہ نسخہ ہے۔ اس میں خود اعتمادی اور ضبط نفس، وقار اور آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے فتح و کامرانی اور امن و عافیت کو حاصل کرنا انعام میں شامل ہے۔ روزہ دار ایک زندہ حقیقت کی حیثیت سے اپنے اظہار میں کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اسلئے کہ جب وہ روزہ رکھتا ہے تو اپنے ہر عمل پر پورا قابو رکھتا ہے، اپنے جذبات سے مغلوب نہیں ہوتا، اپنی خواہشات نفسانی کو ضبط و نظم کا پابند بنا لیتا ہے، تمام تر ترغیبات و تحریصات سے مزاحمت کرتا ہے۔ نتیجتاً روزہ دار خود اعتمادی کے حصول، اپنے وقار اور دیانت کی بازیابی اور تمام تر برائیوں سے

نجات حاصل کرنے کی حالت میں ہوتا ہے اور اپنے رب سے طمانیت قلب کے ساتھ اپنے تعلق درست کرنے میں کامیابی و کامرانی حاصل کرلیتا ہے۔

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کردیئے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔

روزہ اتنا ہی قدیم ہے جتنی کہ انسانی معاشرہ کی تاریخ۔ روزے کو اسلام سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ذمہ فرض کیا تھا۔ جس طرح امت محمد ﷺ پر فرض کیا گیا ہے۔ ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ پارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری اقوام پر روزے جس انداز میں فرض کئے تھے اس کی شکل اصلاً کیا تھی۔ میں اپنے بہترین علم کی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ غیر اسلامی روزہ مادی اشیاء کے جزوی اجتناب سے زیادہ کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا۔ دوسرے مذاہب، فلسفوں، نظریات اور عقائد میں روزہ دار بعض اقسام کی غذاؤں، مادی اشیاء اور مشروبات سے مجتنب رہتا ہے۔ مگر وہ ان اشیاء کی جگہ پر چاہے تو اپنے معدے کو ناک تک بھر سکتا ہے۔ کیوں کہ غیر اسلامی روزہ جزوی مقاصد پر مشتمل ہوتا ہے۔ یا تو روحانی مقاصد کیلئے ہوتا ہے یا جسمانی ضروریات کیلئے یا پھر ذہنی نشونما کیلئے۔ بیک وقت تمام مقاصد پیش نظر نہیں ہوتے۔ جبکہ مسلم روزہ دار مادی نوعیت کی تمام تر اشیاء سے پرہیز کرتا ہے اور اپنے معدے کو ہر مادی شے سے خالی رکھتا ہے تا کہ وہ اپنی روح کو امن و سلامتی اور برکات سے مالا مال کرے، اپنے قلب کو محبت اور ہمدردی سے لبریز کرے، اپنے نفس کو تقویٰ سے اور اپنے ذہن کو حکمت و عزم سے عروج بخشے۔

ماہ رمضان کے علاوہ اور اوقات بھی ہیں جن میں سنت نبوی ﷺ کے مطابق روزہ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے مثلاً ہر ہفتے کے دو شنبہ، رمضان سے پہلے کے دو ماہ کے چند ایام یعنی رجب اور شعبان میں، عید الفطر کے بعد چھ روزے وغیرہ۔ کچھ روزے ایسے ہیں جن کو رکھنے سے بعض لوگوں کو منع کیا گیا اور کسی کو انعام کی طور پر دیا گیا۔ ان میں ایک روزہ کی ایک قسم ہے ''صوم وصال'' جس سے بہت کم لوگ آشنا ہیں جسکے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو صوم وصال سے منع فرمایا تو بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ خود تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون میری مثل ہو سکتا ہے؟ میں تو اس حال میں رات بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

مگر حضرت سیّد احمد بدیع الدّین قطب المدار المعروف زندہ شاہ مدارؒ کو صوم وصال کی نعمت عظمیٰ کی اجازت عطا فرما کر نسبت خاص کا محور بنادیا۔ یاد رکھئے بہت سی نعمات متوارث ہوتی ہیں جو اس کے حقدار کو پہونچ تی ہیں۔ حضرت قطب المدارؒ نے 556 برس تک اس نعمت عظمیٰ کو سنبھا کر رکھا پھر دنیا کو خیر باد کہا۔ اتنے لمبے عرصے کیلئے اللہ تعالیٰ نے قطب المدارؒ کو گویا کہ Hibernate کردیا جس طرح اصحاب کہف کو 300 برس تک ایک غار میں سلائے رکھا اور انھیں ایک رات یا اس کا کچھ حصہ معلوم ہوا اسی طرح قطب المدارؒ کو 556 برس تک جگائے رکھا اور ایک دن کا احساس ہوا اور آپ نے فرمایا ''دنیا ایک دن ہے جس میں میں روزہ دار ہوں۔''

قرآن وحدیث کی روشنی میں

مقام علی رضی اللہ عنہ

از قلم: مفتی الشاہ غلام یحییٰ مصباحی مداری

مسلسل ومتواتر مختلف عناوین پر مضامین قارئین رسالہ رہبر نور کی خدمت میں حاضر کرتا رہتا ہوں اس مرتبہ قرآن وحدیث اور مقام علی رضی اللہ عنہ آپ سبھی حضرات پڑھیں گے دلوں کوسکون اور ہر ایک محبّ اہلبیت کو خوشی حاصل ہوگی۔ دیکھ رہا ہوں خارجیت پھر سر اٹھانے لگی ہے اس کا فتنہ اسلام میں داخل ہونے لگا خارجیت نے کئی روپ میں اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا ہے کچھ چھپے خارجی اور کھلے خارجی اسلام اور سنی مسلمانوں کیلئے کھلا چیلنج بن گئے ہیں۔ کچھ تو مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی آپ کے نسب پر حملہ کبھی آپ کی شان میں وارد احادیث کو ضعیف اور موضوع بتانے میں پوری قوت صرف کرتے ہیں آپکی ولادتِ کعبہ پر بحث ومباحثہ کا بازار گرم کرتے ہیں کبھی تعزیہ داری کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں اور کبھی جلوس حسینی پر پابندی عائد کرتے ہیں حرام حرام کی رٹ لگاتے ہیں باقاعدہ منظم ہو کر خارجیت ایک بار پھر کھل کر عظمت اسلام اور شوکت قرآن پر حملہ آور ہوگئی ہے لیکن جب جب یزیدیت خارجیت بولہبیت نے اہل بیت اور قرآن کے خلاف سر اٹھایا ہے تو جاں نثاران اہل بیت اور عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حملوں کا بھرپور جواب دیا ہے اور ان کے حوصلوں اور عزائم کو خاک میں ملا دیا ہے آج بھی ہم غلامان اہلبیت ایسے یزیدی فتنوں کا جواب دینے کیلئے بہت کافی ہیں انشاء اللہ یزیدیت خارجیت شرمسار سرنگوں ہوگی۔ حسینیت اور حق کا پرچم بلند ہوگا یزیدیت بے نقاب ہوگی اس کا اصل چہرہ دنیا دیکھ لے گی اب وہ زیادہ دن نہ چھپ سکیں گے اہل خانقاہ سادات کرام اور ان کے وفادار میدان میں اتر پڑے ہیں۔ اسی لئے میں نے قرآن وحدیث اور مقام علی رضی اللہ عنہ کو موضوع بنایا ہے کتاب اللہ اور احادیث کریمہ ہماری آخری دلیل ہے اس سے ہٹ کر جو بات کرے اور ان دلائل کا انکار کرے وہ خود کو مسلمان کہلانے کا حق نہیں رکھتا ہے دریدہ دہن خارجیوں آؤ آنکھیں کھولو دیکھو قرآن مقدس کی وہ آیتیں جن میں مولائے کائنات کی عظمت اور واقعات کی طرف اشارہ ہے مستند مفسرین قرآن کی تفسیروں کے حوالوں سے مقام مولا علی رضی اللہ عنہ کا مقام اور آپ کی عظمت پیش کرتا ہوں ایک دو نہیں کثیر آیات قرآنی علی کی شان میں پیش

کر سکتا ہوں لیکن مضمون کی طوالت کی بنیاد پر کچھ ہی آیات پر اکتفا کرتا ہوں یہ ایک سچی حقیقت ہے کہ جس قدر قرآنی آیتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں کسی اور کی شان میں نازل نہیں ہوئی ہیں۔ الصواعق المحرقة ابن عساکر نے ابن عباس کی ایک روایت بھی بیان کی ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں ایکسو تین آیتیں نازل ہوئی ہیں اور مجاہد نے ایسی روایات کی تعداد ستر بیان کی ہے (ابوبکر بن مردویہ) اور حضرت مولانا عبیداللہ امرتسری نے اپنی کتاب میں ستاسی آیات درج کی ہیں اور مختلف اہل علم کے حوالوں سے ان کی سند پیش کی ہے مذکورہ کتاب سے بعض آیات پیش کرتا ہوں:۔

آیت کریمہ(۱):اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا

(سورہ احزاب)

ترجمہ: بیشک صرف اللہ یہ چاہتا ہے کہ اہل بیت تم سے نجاست کو دور فرمادے اور تمہاری خوب خوب طہارت فرمادے۔

اس آیت مبارکہ میں اہل بیت سے مراد حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن اور امام حسین ہیں۔ اس کی تصدیق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث سے ہوتی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت ایک سیاہ بالوں کی گلیم منقش اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے پھر امام حسن آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس میں داخل کرلیا پھر امام حسین آئے انہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل کرلیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی داخل کرلیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی گلیم میں داخل فرمالیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ پڑھی

(احمد، مسلم، ترمذی ابن جریر حاکم ابن ابی حاتم سیوطی)

حضرت عمر بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی میں بھی انہیں کے گھر میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور علی اور حسنین کو بلوا کر ان پر چادر ڈالدی پھر دُعا کی اے میرے پروردگار یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے نجاست دور کر اور پاک کر ان کو خوب پاک کر ام سلمٰی نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں آپ نے فرمایا تو اپنی جگہ پر ہے۔ اور تو بھی نیکی پر ہے۔

(احمد، ترمذی ابن جریر ابن مردویہ سیوطی)

آیت (۲):فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآئَنَا وَاَبْنَآئَكُمْ وَنِسَآئَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِیْنَ.

ترجمہ: کہئیے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان جھگڑنے والوں نے آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اپنی عورتوں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان کو پھر دُعا کریں اللہ سے پھر لعنت کریں جھوٹوں پر۔

اس ضمن میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ نصاریٰ نجرات کے کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ آپ ہمارے صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہیں آپ نے فرمایا وہ کون ہیں وہ بولے حضرت عیسیٰ جن کو آپ خیال کرتے ہیں کہ وہ خدا کا بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرا یہ خیال درست ہے پھر وہ کہنے لگا آپ حضرت عیسیٰ جیسا کوئی خدا بندہ دکھائیں یا آپ کو ان جیسے کی خبر لگی ہو تو ہمیں دکھائیں بتائیں یہ کہہ کر وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے گئے۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف

لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہ لوگ آئیں آپ ان سے کہہ دیں کہ خدا کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام بعینہ حضرت آدم کی طرح سے ہیں ایک روایت میں اس طرح ہے کہ نجران کے لوگوں میں سے ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے ان کا کوئی باپ نہیں ہے اس کے ساتھ والے دوسرے نے کہا بلکہ وہ خود خدا تھے مردے زندہ کیا کرتے تھے اور غیب کی باتیں بیان کرتے تھے اندھے کو کوڑھی کو اچھا کر دیتے تھے اور مٹی سے جانور بناتے تھے آپ ان کو خدا کا بندہ کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کے گروہ سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اسلام کے خلاف ہو تو خدائے تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم سے مباہلہ کروں پھر ان لوگوں نے دوسرے روز پر وعدہ کیا جب صبح ہوئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور حسنین اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو ساتھ لیکر تشریف لائے اسقف نے ان سے کہا واللہ میں ایسے چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر خدا سے یہ دعا مانگیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو خدائے تعالیٰ اسے بھی اپنی جگہ سے ہٹا دے گا تم ان سے مباہلہ مت کرو ورنہ زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا پھر اسقف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگا ہم آپ سے مباہلہ نہیں کر سکتے ہیں۔

آیت (۳): قُلْ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى. (سورہ شوریٰ)

ترجمہ: کہہ دیجئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے اس ہدایت کے بدلے تم سے کچھ طلب نہیں کرتا ہوں صرف اپنی اہل بیت کی محبت چاہتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا کہ جن لوگوں کے بارے میں ہمیں محبت کیلئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ کون لوگ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔

(احمد ابن ابی حاتم بغوی حاکم دیلمی طبری)

آیت (۴): وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ.

(صورۃ والعصر)

ترجمہ: اور آپس میں وصیت کرتے ہیں صبر کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

آیت (۵): مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ.

حضرت امام موسیٰ کاظم اپنے آباء کرام سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت امیر کی شان میں نازل ہوئی۔

(ابن مردویہ)

آیت (۶): كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ. (سورہ رعد)

ترجمہ: کافی ہے اللہ تعالیٰ میرے لیے اور تمہارے درمیان اور جسے خبر ہے کتاب۔

محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ اس آیت میں وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(حافظ ابو نعیم ثعلبی اور نظیری)

آیت (۷): يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. (سورہ انفال)

ترجمہ: اے نبی کافی ہے تجھے اللہ اور وہ جو تمہارے ساتھی ہوئے مومنین میں سے۔

حضرت محمد باقر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ (نظیری)

وہ چند آیات مبارکہ جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کل ثابت ہوتی ہے قرآن مقدس کی ان آیات کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو پوری طرح سمجھا جاسکتا ہے بارگاہ خداوندی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا قدر ومنزلت ہے اس کا صحیح اندازہ ہو جانا چاہئے۔ ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن مقدس کی آیات کے بعد وہ احادیث پاک تحریر کردوں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب اور فضائل کا ذکر ہے۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور علی ہر مؤمن کا دوست اور مددگار ہے (ترمذی)

حضرت ابن بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ رکھا تھا کہ آپ نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ تو میرے پاس اس شخص کو بھیج دے جو تجھ کو اپنی مخلوقات میں بہت پیارا ہوتا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کو کھائے اس دُعا کے بعد آپ کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ اس پرند کا گوشت کو کھایا۔ (ترمذی یہ حدیث غریب ہے)

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ طائف کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو بلا کر ان سے سرگوشی خفیہ طور سے آہستہ آہستہ کچھ باتیں کہیں جب ان باتوں میں کچھ دیر ہوگئی تو لوگوں نے کہا رسول اللہ نے اپنے چچا کے بیٹے سے دیر تک باتیں سرگوشی کی رسول اللہ نے یہ سن کر فرمایا میں نے سرگوشی نہیں کی خدا نے ان سے سرگوشی کی ہے۔ (ترمذی)

ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے اور تیرے سوا کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ وہ جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں اس مسجد کے اندر آئے علی بن منذر کہتے ہیں میں نے ضرور بن صرد سے پوچھا اس حدیث کا کیا مطلب ہے انہوں نے کہا یہ معنیٰ ہے میرے اور تیرے سوا کسی کو حالت جنابت میں اس مسجد سے گزرنا جائز نہیں۔

(ترمذی یہ حدیث حسن اور غریب ہے)

اسلام کا مخالف گروہ خارجی

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم مقام جعرانہ میں تھے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کی خدمت میں قبیلہ بنو تمیم کا ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرہ تھا حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ عدل وانصاف سے کام لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر میں انصاف نہ کروں کا تو کون کرے گا یعنی میں بے انصافی کروں گا تو انصاف کون کرے گا بے شک تو ناامید رہا اور ٹوٹے میں رہا اگر میں انصاف نہ کروں حضرت عمر نے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑادوں آپ نے فرمایا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو اس لئے کہ اس شخص کے کچھ لوگ تابعدار ہوں گے اور تم ان کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں سے اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے اس لئے کہ وہ ریاکار اور طالب شہرت ہوں گے اور دکھاوے کیلئے اچھی نماز پڑھیں گے اور روزے رکھیں گے۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یعنی دل پر اس کا اثر نہیں ہوگا یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکاری کے ہاتھ سے چھوٹ کر شکار میں سے گذر جاتا ہے جب تیر شکار کے جسم سے گذر جائے اور باہر آجائے تو اس کے پیکان سے پر تک صاف ہوتا ہے اور کوئی چیز اس کے حصہ میں نظر نہیں آتی

حالانکہ وہ نجاست اور خون سے نکل کر آتا ہے یعنی یہ لوگ اس طرح دین سے نکل جائیں گے اور ان سے اسلام کی ایک بات بھی باقی نہ رہے گی جس طرح اس تیر میں کچھ لگا نہیں ہوتا جو شکار کے اندر سے گزر جاتا ہے۔

علی سے منافق محبت نہیں رکھتا

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی سے منافق محبت نہیں کرتے اور مومن علی سے بغض وعداوت نہیں رکھتے۔ (ترمذی)

علی کو برا کہنے والا

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے علی کو برا کہا گویا مجھ کو برا کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

حضرت براء بن عازب اور زید ابن ارقم رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غدیر خم میں قیام پذیر ہوئے غدیر خم ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ اور مکہ کے درمیان واقع ہے تو علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کیا تم کو یہ معلوم ہے کہ مومنوں کے نزدیک میں ان کی جانوں سے زیادہ عزیز اور بہتر ہوں لوگوں نے عرض کیا ہاں پھر آپ نے فرمایا کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ میں ہر مومن کے اس کی جان سے زیادہ عزیز اور پیارا ہوں لوگوں نے عرض کیا ہاں پھر آپ نے فرمایا جس شخص کا میں مولا ہوں علی اس کا مولا اے اللہ تو اس شخص کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس شخص کو اپنا دشمن جان جو علی کو دشمن سمجھے۔ اس واقعہ کے بعد علی نے حضرت عمر سے ملاقات کی عمر نے ان سے کہا ابو طالب کے بیٹے خوش رہو صبح وشام ہر وقت ہر مومن مرد وعورت کے دوست اور محبوب ہو۔

مسجد میں علی کا دروازہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے اندر تمام لوگوں کے گھروں کے تمام دروازوں کو بند کرا دیا مگر علی کا دروازہ مسجد کی طرف باقی رکھا۔ (ترمذی)

عادات واخلاق

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے ایام طفولیت ہی سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عاطفت میں تربیت پائی اس لئے محاسن اخلاق اور حسن تربیت کے نمونہ تھے۔ نہ آپ کی زبان مبارک کبھی کسی فحش کلمہ سے آلودہ ہوئی اور نہ پیشانی کبھی غیر خدا کے سامنے جھکی جاہلیت کے زمانہ میں بھی ہر قسم کے گناہ سے پاک وصاف رہے۔ آپ امین صادق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے اس لئے ابتداء ہی سے امین دیانت دار تھے۔ عدل وانصاف کو کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیا مال غنیمت تقسیم کرتے تو بڑی احتیاط سے قرعہ ڈالتے ناجائز بات میں کبھی اپنے قریب ترین عزیز کی بھی حمایت نہ کرتے امارت کے زمانہ میں بھی اپنا سارا کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے گویا دنیاوی دولت سے تہی دامن تھے مگر دل غنی تھا۔ سائل کو کبھی خالی نہ جانے دیا تواضع آپ کی دستار فضیلت کا سب سے خوش نما طرہ تھا اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کرنے میں کوئی عار نہ تھی بہت بڑے مرد میدان بہادر تھے۔ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ مخالفین کے ساتھ معرکہ آرائی میں گزرا آپ کی اصابت رائے پر عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی اعتبار کیا جاتا تھا اسی لئے تمام اسلامی مہمات آپ ہی کے مشورہ سے انجام پائیں سب کے ساتھ بڑے لطف وکرم سے پیش آتے غرض اخلاق وعادات اور گفتار ورفتار وکردار کے لحاظ

سے ایک سچے مسلمان اسلام کے صحیح نمونہ اور عظیم الشان شخصیت کے مالک تھے۔ ایک دفعہ جنگ کے موقع پر ایک دشمن نے آپ سے عرض کیا یا علی اپنی تلوار مجھے دکھا دیجئے آپ نے تلوار اسے دیدی وہ تلوار لیکر کہنے لگا آپ نہتے ہیں اب مجھ سے کس طرح بچ سکتے ہیں آپ مطلق ہراساں نہ ہوئے بلکہ فرمایا جب تو نے بھیک مانگنے والے کی طرح دست سوال دراز کیا تو میری مروت نے تقاضا کیا کہ اگرچہ دشمن سوال کر رہا ہے اور لڑائی کا وقت بھی ہے مگر سائل کے سوال کو رد نہ کیا جائے چنانچہ میں نے تیرا سوال پورا کر دیا اب تیرا جو جی چاہے کر دشمن حضرت علی کا یہ سلوک دیکھ کر دنگ رہ گیا اور ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام لے آیا۔

امیر المؤمنین کا خطاب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز مجھ سے فرمایا کہ اے انس جو شخص سب سے پہلے میرے پاس آئے گا وہ مومنوں کا امیر ہوگا اور مسلمانوں کا سردار ہوگا اور وصیوں کا خاتم ہوگا اور سفید ہاتھ اور سفید منہ والوں کا پیشوا ہوگا ناگاہ حضرت امیر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون ہے میں نے عرض کیا یہ علی ہے آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو میں نے دروازہ کھول دیا حضرت امیر حضور کے پاس تشریف لائے۔

تقویٰ

تقویٰ میں آپ کی افضلیت کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا جاسکتا ہے جو بیہقی نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص حضرت آدم کو ان کے علم کے ساتھ حضرت موسیٰ کو ان کی ہیبت کے ساتھ اور حضرت عیسیٰ کو ان کی عبادت کے ساتھ دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

حضرت سلمان فارسی حضرت ابوذر غفاری اور حضرت ابوالدرداء وہ معزز اور مقتدر صحابہ کرام ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں زہد و ورع کے لحاظ سے مشہور تھے۔ امام فخر الدین رازی اربعین میں فرماتے ہیں کہ یہ تینوں بزرگ ترک و تجرید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے۔

حضرت علیؓ کے مثالی واقعات

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ ایک نصرانی کے پاس دیکھی آپ اس زمانہ میں خلیفۂ وقت تھے اگر چاہتے تو از خود اپنی زرہ طلب کر سکتے تھے مگر آپ نے عدل کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا انصاف اور قانون کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے آپ قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوئے اور فرمایا یہ زرہ میری ہے نصرانی نے کہا نہیں یہ تو میری زرہ ہے اگرچہ وہ زرہ حضرت علی کی تھی۔ مگر قاضی شریح نے آپ سے گواہ طلب کیا آپ قاضی کے حسب پسند گواہ نہ پیش کر سکے چنانچہ نصرانی زرہ لیکر چلا گیا لیکن تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ لوٹ کر آیا اور آتے ہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا کہنے لگا یہ پیغمبروں کے اوصاف ہیں کہ امیر المؤمنین مجھے قاضی کے سامنے اور قاضی ان پر اپنی قضا کا حکم جاری کریں میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ زرہ جنگ صفین میں عین لڑائی میں گر گئی تھی۔

ایک مرتبہ خلافت کے زمانہ میں آپ کہیں جا رہے تھے کہ ایک مخالف آپ کی شان میں نازیبا کلمہ کہنے لگا آپ سنتے اور گذرتے چلے گئے وہ شخص آپ کا نام علی پکار کر برا بھلا کہہ رہا تھا کسی نے آپ کی توجہ اس کی طرف دلائی تو آپ نے اس شخص سے کہا علی کے نام اور لوگوں کے بھی ہیں وہ شخص کسی اور کو برا بھلا کہہ رہا ہوگا۔ ایک مرتبہ آپ کے پاؤں میں تیر کی

نوک کھپ گئی لوگوں نے اسے نکالنے کی کوشش کی مگر کھینچنے سے آپ کو اس شدت کا درد ہوتا کہ اس قدر بہادر ہوتے ہوئے آپ اس درد سے بے چین ہو جاتے جب نماز کا وقت آیا اور آپ نماز میں مصروف ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اب تیر ان کے پاؤں سے کھینچ لو چنانچہ اسے کھینچ کر نکال دیا گیا۔ اور آپ کو مطلق درد کا احساس نہیں ہوا البتہ تیر کے نکلنے سے اتنا خون بہا کہ تمام مصلی خون سے بھر گیا۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا کسی مسلمان نے ایک حربی کو قتل کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقدمہ سننے کے بعد قاتل کے قتل کا حکم جاری کر دیا مقتول کے بھائی نے درخواست کی کہ ہم نے مقتول کا خون بہا لے لیا ہے اس لئے قاتل کو چھوڑا جا سکتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نیا اس سے پوچھا کہ کیا کسی دباؤ کے تحت تو تمہیں خون بہا نہیں دیا گیا جب اس شخص نے حضرت علی کی پوری تسلی کر دی کہ ہم نے اپنی خوشی سے خون بہا لیا ہے مرعوب ہو کر ایسا نہیں کیا ہے تو آپ نے قاتل کو رہا کر دیا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ لوگ ہماری سلطنت میں ہیں خواہ وہ کسی بھی مذہب یا فرقے سے تعلق رکھتے ہوں ان کا خون ہمارے خون کے برابر ہے۔

ایک دفعہ عید کے موقع پر جبکہ مدینہ بھر میں لوگ خوشیاں منا رہے تھے سب گھروں میں بچے بڑے بوڑھے اچھی اچھی چیزیں کھانے میں مصروف تھے لوگ زرق برق لباس پہنے ہوئے تھے عید منا رہے تھے۔ خلیفہ اسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے جو کی روٹیوں کے چند ٹکڑے رکھے ہوئے تھے آپ ذوق وشوق سے انہیں تناول فرما رہے تھے ساتھ ہی زبان مبارک پر ذکر الٰہی جاری تھا کسی نے پوچھا امیر المؤمنین آج تو عید کا دن ہے آپ نے ایک آہ بھری اور فرمایا عید! عید ان لوگوں کیلئے ہے جو عذاب الٰہی سے بے خوف ہیں۔ دیکھو اس دُکھ بھری دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں اس قسم کے جو کی روٹی کے ٹکڑے بھی میسر نہیں ہیں ایسے گھر بھی ہوں گے جن میں کئی دن سے فاقہ ہو گا اور ان کی عید رمضان سے بہتر نہیں۔

☆☆☆

کتنے پیارے تھے وہ دن آپ تھے جب محفل میں

جناب سید سرکار حسین خاور رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں نذرِ عقیدت۔ سید محضر علی وقاری

یہ خیال آتے ہی اٹھتی ہے تڑپ سی دل میں
کتنے پیارے تھے وہ دن آپ تھے جب محفل میں

یہاں رہتے تھے یہاں درس دیا کرتے تھے
چاک دامان محبت کے سیا کرتے تھے
کام آتے تھے ہر اک مرحلہ مشکل میں
کتنے پیارے تھے وہ دن آپ تھے جب محفل میں

نرم و نازک سی کوئی موج اگر اٹھتی تھی
منظر حسن پہ لہرا کے نظر اٹھتی تھی
کچھ نہ طوفان کا تھا خوف دل ساحل میں
کتنے پیارے تھے وہ دن آپ تھے جب محفل میں

راہ کا ہارا جہالت کا ستایا راہی
اپنے رستے سے بھٹکنے نہیں پایا راہی
آپ کام آئے ہیں یوں ظلم کی ہر منزل میں
کتنے پیارے تھے وہ دن آپ تھے جب محفل میں

سو جتن کرکے بھلا سکتا نہیں ہے محضر
چین کی سانس نہ لے پائیگا قلب مضطر
وہ تڑپ چھوڑ گئے آپ دل بسمل میں
کتنے پیارے تھے وہ دن آپ تھے جب محفل میں

☆☆☆

نزول قرآن اور شب قدر

قرآن کے معنی عربی میں پڑھنے کے ہیں، قرآن پاک اس مقدس آسمانی کتاب کا نام ہے جس کو افضل البشر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ جیسا کہ مشہور ہے آسمانی کتابیں چار ہیں توریت، زبور، انجیل اور قرآن ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی گئی، حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن حکیم نازل کیا گیا۔ قرآن پاک کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو وہ جلال الٰہی کی تاب نہ لاسکتا اور اللہ تعالیٰ کے ڈر وخوف سے پارہ پارہ ہو کر رہ جاتا اور پہاڑ سرمہ کی شکل اختیار کر لیتا''۔ چنانچہ وہ افضل البشر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا قلب اطہر تھا، اس بار گراں کو سہ سکا اور دنیا کی کوئی شے اس عظیم نعمت خداوندی کو برداشت نہ کر سکتی، اسی لیے نبیوں میں سب سے اعلیٰ ہمارے نبی و آقا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''افضل الانبیاء'' کا لقب عطا ہوا، بالکل اسی طرح تمام کتابوں میں ''افضل الکتاب'' قرآن حکیم کو مانا گیا۔ اب قیامت تک کوئی دوسری آسمانی کتاب اس دنیا میں نازل نہیں کی جائے گی۔ جس طرح آپ اللہ کے آخری رسول ہیں، بالکل اسی طرح یہ کتاب اللہ بھی آخری کتاب ہے۔ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرماتے وقت فرمایا کہ ''اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک میری اولاد اور دوسری یہ کتاب۔ ان دو چیزوں کو اگر کوئی میرا امتی مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھے، اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے اور اس پر عمل کرے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو گمراہی کی طرف نہیں لے جا سکتی اور وہ کبھی بھی ذلیل وخوار نہ ہوگا اور رہتی دنیا تک اس کو دین ودنیا کی سرخروئی اور کامیابی عطا ہوگی''۔

قرآن حکیم کا اس امت سے یہ سوال ہے کہ جب اس کو دنیا میں بھیجا گیا تو اس کا کیا منشاء ومقصد خداوندی تھا کیونکہ فرشتوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے درمیان اس کو بھیجنا مقصود تھا اور اللہ رب العزت کو اپنے فرشتوں سے یہ بتانا مقصود تھا کہ دیکھو میرے بندے کس قدر اس کی تعظیم اور قدر ومنزلت کریں گے اور اس کو کس طرح سے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیں گے اور اسی پر عمل پیرا ہو کر زندگی کی ہر صبح وشام گزاریں گے۔ پچھلی قوموں کی طرح وہ گمراہی کا راستہ اختیار نہ کریں گے بلکہ مضبوطی کے ساتھ اس کو تھامے رہیں گے اور صراط مستقیم پر چلیں گے، میرے احکام کو صدق دل سے مانیں گے اور میرے بھیجے ہوئے رسولوں، فرشتوں اور آسمانی کتب پر پورا پورا یقین رکھیں گے۔ آخرت، روز محشر، عذاب قبر پر اور مر کر دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان کامل رکھیں گے۔ حساب وکتاب، پل صراط، میزان، جنت ودوزخ پر پورا پورا ایمان رکھیں گے۔ غرض کہ قرآن مجید کے اندر جتنی باتیں بیان کی گئی ہیں اس پر حق الیقین اور کامل ایمان رکھیں گے۔ یہ تمام باتیں

کسی اور امت کو سزاوار نہیں تھیں ، وہ بہت جلد اپنے رسولوں سے منحرف ہوگئیں، آسمانی کتب کو جھٹلانے لگیں، ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگیں، اپنی طرف سے من گھڑت قصے بڑھا چڑھا کر پیش کرنے لگیں، ان میں ردو بدل کرنے لگیں، قانون الٰہی کو خیر باد کہہ کر اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق اصول بنائے گئے تو بہت جلد ان قوموں پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ کبھی تو زلزلہ کی شکل میں دنیا آناً فاناً تباہ و برباد ہو کر رہ گئی، تو کبھی آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑے، تو کبھی آندھی وطوفان کی شکل میں غضب الٰہی نازل ہوا، تو کبھی بیماریوں کی وباء پھیل گئی، جس سے پل بھر میں دنیا کا وجود ختم ہو کر ویرانوں میں تبدیل ہو گیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قیامت تک امت مرحومہ کا وجود ہی ایک بے مثال امر عظیم ہے، جو کہ اور قوموں کو نصیب نہیں تھا۔ اب قیامت تک کوئی اور رسول یا کتاب اس دنیا میں نہیں آئے گی۔

شب اور لیل کے معنی رات کے ہیں اور قدر کے معنی عزت و بزرگی اور برتری کے ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں کہیں ''لیلۃ القدر'' کے نام سے اور کہیں ''لیلۃ مبارکہ'' کے نام سے اس مبارک شب (یعنی شب قدر) کا ذکر ملتا ہے۔ اس رات کی فضیلت کے بارے میں بہت سی روایتیں ملتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس رات کو ہی کیوں تمام راتوں پر فوقیت وبرتری حاصل ہے اور دوسری راتوں کو ایسی فضیلت و بزرگی کیوں نہیں عطا کی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو بعض چیزوں پر فضیلت اور برتری عطا کی ہے، جیسا کہ کتابوں میں سب سے زیادہ فضیلت قرآن حکیم کو حاصل ہے، رسولوں میں سب سے زیادہ فضیلت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، ملائکہ میں سب سے افضل حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، اللہ کے گھروں میں سب سے افضل گھر خانہ کعبہ ہے، مہینوں میں سب سے افضل رمضان المبارک کا مہینہ ہے، دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی طرح تمام راتوں میں سب سے افضل اور متبرک رات شب قدر کو قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس بابرکت اور فضیلت والی رات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے'' بے شک ہم نے اس رات کو (قرآن) نازل کیا، جو بڑی قدر ومنزلت والی اور بزرگی والی رات ہے اور تم کو کیا معلوم کہ اس رات میں ہم نے کیا کیا برکتیں پوشیدہ رکھی ہیں۔ یہ ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بھی بڑھ کر افضل و برتر ہے اور اس رات میں افضل الملائکہ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی پوری جمعیت کے ساتھ دنیا میں نازل ہوتے ہیں اور اپنے رب کے حکم سے تمام رات رحمت اور سلامتی کی بارش نیک بندوں پر برساتے ہیں، یہاں تک کہ صبح صادق طلوع ہو جائے''۔ اس رات کی فضیلت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ وہی رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر پورا قرآن مجید نازل فرمایا اور پھر ۲۳ سال کی طویل مدت میں وقتاً فوقتاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا جو امت محمدیہ کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اس رات میں جبرئیل امین علیہ السلام لاکھوں کی تعداد میں فرشتوں کی جمعیت کو لے کر ساری دنیا میں پھیل جاتے ہیں اور نیک بندوں پر سلامتی کا پیغام بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کو یہ آواز دیتا ہے'' دیکھو میرے بندے کس طرح اپنی نیند کو خیر باد کہہ کر اپنی تمام ضرورتوں کو چھوڑ کر صرف میری عبادت میں ہمہ تن مصروف ہیں''۔ اس سے بڑھ کر رضائے الٰہی بندہ کے حق میں اور کیا ہوسکتی ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ آج کی رات میری رحمت کا دریا جوش میں ہے اور بندوں پر بے دریغ رحمت کی بارش برستی ہے اور یہ سلسلہ تمام رات جاری و ساری رہتا ہے۔

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کی کہ "اے باری تعالیٰ پہلے کی امتوں کو تو نے ۸۸۰ برس اور ایک ہزار برس کی عمریں عطا کی تھیں اور وہ بہت زیادہ تیری کبریائی اور عبادتوں کے مستحق تھے، لیکن میری امت کی عمریں تو نے بہت کم کر دی ہیں، یعنی پچاس اور ساٹھ برس کے درمیان" تو ارشاد ربانی ہوا کہ "اے میرے پیارے حبیب، میں نے تمہاری امت کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ اور عظیم تحفہ عطا کیا ہے، یعنی رمضان شریف میں ایک رات ایسی مخفی رکھی ہے، جس کو شب قدر کہتے ہیں، جو ہزار مہینوں کی عبادتوں سے بڑھ کر افضل و اعلیٰ ہے، اگر کوئی اس رات کو پالے اور تمام رات عبادتوں، اذکار و نماز اور تلاوت قرآن مجید میں گزار دے تو پھر اسے اس ایک رات کی عبادت کے بدلے ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ثواب عطا کیا جائے گا"۔ یعنی ایک ہزار مہینوں کے ۸۳ برس چار ماہ ہوتے ہیں، اس طرح ایک سال میں صرف ایک رات کی عبادت کا ثواب ۸۳ برس کے برابر دیا گیا۔ چنانچہ اسی رات کا کرشمہ اور طفیل ہے کہ ہم کو اس ایک رات کے بدلہ میں ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ثواب ملتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس رات کو پا کر اس کا پورا پورا فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔

منقبت شریف

خواجہ سید مصباح المراد مکن پوری

دارا سے ملتا ہے نہ سکندر سے ملتا ہے
صدقہ حسن حسین کا اس در سے ملتا ہے
وہ جس کا رشتہ شافع محشر سے ملتا ہے
دنیا میں ایسا باپ مقدر سے ملتا ہے
اللہ تیرا شکر کہ دی تو نے ایسی ماں
جس کا حسب حسین کی مادر سے ملتا ہے
بنتا ابو حنیفہ ہے جس علم کے طفیل
وہ علم صرف مکتب جعفر سے ملتا ہے
کھو جائیں کاش عشق نبی میں ہم اس طرح
جیسے کہ کوئی دریا سمندر سے ملتا ہے
پائے گا وہ بھی بو ذر وسلمان سا عروج
چھپ کر جو خانوادہ حیدر سے ملتا ہے
ذکر علی نہ چھوڑنا چاہئے زباں کٹے
یہ درس ہم کو میثم وقنبر سے ملتا ہے
تیری رگوں میں خون ہے حسنین پاک کا
مصباح تیرا شجرہ تو حیدر سے ملتا ہے

تعزیت نامہ

مورخہ 4 شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ بمطابق 8 مارچ 2022ء حضرت علامہ مولانا خواجہ سید مصباح المراد صاحب اعرجی مداری دامت معالیہم کے والد بزرگوار حضرت سید احمد مراد صاحب جعفری مداری تغمدہ اللہ بغفرانہ ورحمتہ وصال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

حضرت کے والد گرامی صوم وصلات کے پابند، خدا ترس اور معارف شناس بزرگ تھے۔ حضرت کے اخیر لمحات درد و کرب میں گزرے لیکن ذکر الٰہی کو ترک نہ کیا۔ غم واندوہ کے اس پرسوز موقع پر ہم مرحوم کے جملہ لواحقین ومتعلقین خصوصاً حضرت سید مصباح المراد صاحب قبلہ دام ظلہ تعالیٰ کو تعزیت وتسلیت پیش کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ اللہ غفور الرحیم حضرت کے والد گرامی مرتبت کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

شرکائے غم

دارالافتاء مداریہ بورڈ، جملہ محبین آن گروپ

اللہ کا حرم اور دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

بے شک سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لیے (دنیا میں بطور عبادت گاہ کے) بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے بڑا برکت والا اور سارے جہاں کے لئے راہ نما ہے۔ (۹۶/۲)

روئے زمین پر اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی غرض سے لوگوں کے لیے بنایا گیا سب سے پہلا مکان، خانہ کعبہ ہے جو برکت وہدایت، امن وسلامتی والے شہر مقدس مکہ مکرمہ میں واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''دنیا میں سب سے پہلی مسجد جو تعمیر ہوئی وہ مسجد حرام ہے''۔ کعبہ پہلا معبد ہے جو بیت المقدس سے پہلے بنا مکہ ہی کا دوسرا نام بکہ ہے، مکہ میں ایک لغت بکہ بھی آئی ہے، مکہ اور بکہ ایک ہی شہر کے دو نام ہیں۔ خانہ کعبہ کی جگہ کو بکہ اور سارے شہر کو مکہ کہتے ہیں۔ کعبہ معظمہ نہ صرف یہ کہ پہلی عبادت گاہ ہے بلکہ کرۂ ارض پر بنائی گئی سب سے پہلی عمارت ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر آئے تو وحشت تنہائی سے گھبرا کر عرض کی کہ یاالٰہی اس جگہ نہ کوئی مسقف مکان ہے نہ مل کر عبادت کرنے کا سامان، وہاں سے حکم ہوا تم ہماری عبادت کے لیے ایک گھر بناؤ۔ یہ سب گھروں میں سے اول گھر ہو۔ کس لئے کہ اس کے بعد تو تمہاری اولاد بہت سے مکانات بنائے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا، کس جگہ بناؤں؟ تب بحکم الٰہی جبرئیل علیہ السلام نے کعبہ کی جگہ بتائی، حضرت آدم علیہ السلام نے پتھروں کی بنیاد زمین تک چنی، اس پر ایک نورانی خیمہ رکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام وہاں طواف کرتے اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ طوفان نوح (علیہ السلام) کے دوران وہ سب مفقود ہو گیا اور پانی اترنے کے بعد جب دیکھا گیا تو وہاں ایک سرخ ٹیلہ باقی رہا۔ ایک اور آیت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پیشتر بیت العتیق (بیت اللہ شریف) ملائکہ کا جائے طواف تھا۔

کعبہ مشرفہ کی تعمیر کے سلسلے میں ابتداء سے لے کر آج تک گیارہ نام ملتے ہیں (۱) ملائکہ (۲) حضرت آدم علیہ السلام (۳) حضرت شیث علیہ السلام (۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۵) عمالقہ (۶) ابرہم (۷) قصی بن کلاب (۸) قریش (۹) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (۱۰) حجاج بن یوسف ثقفی (۱۱) سلطان مراد۔ بنیاد سے تعمیر تین بار اور ......آٹھ مرتبہ مرمت واصلاح، تجدید وتزئین، ترمیم وغیرہ ہوتی رہی۔ (فی رحالب البیت الحرام)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی، اس کا ثبوت قرآن مجید کی یہ آیت شریفہ ہے۔ ترجمہ ''اور یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے تو دعاء کرتے جاتے تھے اے ہمارے پالنہار! ہماری یہ خدمت قبول فرما تو ہی سب کچھ سننے والا اور جاننے

والا ہے"۔(۱۲۷/۲)

قریش نے بیت اللہ شریف کی جو تعمیر کی ہے اس کا ثبوت احادیث شریفہ سے ملتا ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جو تعمیر کی ہے مفسرین و مؤرخین نے اس کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ اگر کعبہ معظمہ کی تعمیر کے سلسلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے سے مانا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ محض بنیاد کی حد تک تھی عمارت یعنی دیواریں اور چھت نہیں۔ یہ کام تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا اور آپ کے بعد ہوا۔

کعبہ بیت اللہ ہے، اس کی عظمت و توقیر، پاکیزگی اور تقدس کا قرآن مجید میں بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔

"اور یاد کرو جب ہم نے بنایا اس گھر (خانہ کعبہ) کو مرکز لوگوں کے لئے اور امن کی جگہ اور (انہیں حکم دیا کہ) بنالو ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز اور ہم نے تاکید کردی ابراہیم اور اسماعیل (علیہم السلام) کو کہ خوب صاف ستھرا رکھیں میرا گھر طواف کرنے والوں اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے"۔(۱۲۵/۲)

اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو تمام لوگوں کے لیے مرکز عبادت اور جائے امن قرار دے کر اس کی عظمت اور تقدیس کو ظاہر فرمادیا ہے۔ جس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر کعبہ کی تعمیر فرمارہے تھے اسے مصلی عبادت بنانے اور نماز پڑھنے کی ہدایت فرمائی و نیز اپنے خلیل اور ان کے فرزند کو تاکید فرمائی کہ اس مکان کو صاف ستھرا رکھیں اعتکاف کرنے والوں، معتکف اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے۔ یہ ہدایت و تاکید کعبہ کی رفعت شان کی دلیل ہے۔

لفظ کعبہ میں خود اس کی عظمت و بزرگی کی دلالت موجود ہے۔ کعبہ کے معنی ہی بلند مقام کے ہیں اور یہ بلندی ظاہری اور معنوی دونوں کی جامع ہے۔ کعبہ "کعب" سے بنا ہے بمعنی بلندی یا اونچائی۔ چوں کہ کعبہ کی سطح سمندر سے بہت اونچی ہے یا اس کا ذکر و چرچا دنیا میں بہت بلند ہے لہٰذا اسے کعبہ کہا جاتا ہے یا کعبہ بمعنی مربع یا چوکور۔ چوں کہ اس کی لمبائی چوڑائی برابر ہے اسی لئے وہ کعبہ ہے یا کعبہ بمعنی مکعب ہے جس کی لمبائی چوڑائی اونچائی سب برابر ہوں۔ چوں کہ اس کی تینوں سطحیں برابر ہیں لہٰذا اسے کعبہ کہا جاتا ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کعبہ کو کعبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ مربع ہے کیونکہ عرب ہر مربع مکان کو کعبہ کہا کرتے ہیں۔ حضرت مقاتل کا کہنا ہے کہ کعبہ معظمہ کی منفرد عمارتی شان کی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں یا سطح زمین سے اونچائی کے سبب یہ کعبہ کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے جب سے کعبہ معظمہ کی تعمیر کی اس وقت سے یہ پاک گھر لوگوں کے نزدیک نہایت محترم رہا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا روئے زمین پر سب سے زیادہ مقدس مقام بنا ہوا ہے۔ اہل ایمان کی راہ میں کفار و مشرکین ہمیشہ رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ حق و باطل میں ہمیشہ فرق و امتیاز رہا، تاہم جہاں تک کعبہ شریف کے ادب و احترام تعظیم و تقدیس کی بات ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ نظریاتی تضادات، فکری اختلاف، فرق عقائد، رسم و رواج اور معاشرتی طور و طریق میں نمایاں امتیاز کے باوجود بیت اللہ ہر دور اور ہر حال میں سب کے نزدیک لائق تعظیم و تقدیس و محترم رہا۔ الگ الگ ڈھنگ سے اپنے اپنے عقیدوں کے موافق عبادت کرنے والے ایام جاہلیت میں جب یہاں آجاتے تو یہاں کے معین و مقرر اعمال بجالایا کرتے تھے البتہ مختلف مشرک قبائل نے کعبہ میں اور اطراف میں اپنے اپنے بتوں کو بٹھایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب حرم محترم میں داخل ہوئے تو کعبہ معظمہ کی بتوں سے

تطہیر فرمائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کی تعمیر میں پانچ مختلف پہاڑوں کے پتھروں کو استعمال فرمایا تھا جنہیں ملائکہ نے کوہ سینا، کوہ زیتا، کوہ لبنان، کوہ جودی اور کوہ حرا سے اکٹھا کیا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعمیر میں کوہ حرا کے پتھر استعمال ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر میں مٹی، گچ، چونا یا لکڑی کا استعمال نہیں ہوا تھا محض پتھر پر پتھر جما کر دیواریں بنائی گئی تھیں۔ ملائکہ کے لائے ہوئے پتھر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کو دیتے جاتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی اساس پر کعبۃ اللہ کی تعمیر کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کے دو کونے بنائے، رکن اسود اور رکن یمانی۔ یہ کونے مدور نصف دائرہ کی شکل میں بنائے گئے تھے۔ نوکیلے حجری کونے جیسے کہ اب ہیں اس وقت نہ تھے۔ کعبہ کے دروازے زمین سے لگے ہوئے اور بغیر کواڑ کے بنائے۔ دیواروں کی بلندی ۹ ہاتھ اور باب کعبہ کی طرف عرض دیوار ۲۲ ہاتھ، اس کے برابر و مقابل عرض دیوار ۳۱ ہاتھ، میزاب کی طرف ۴۲ ہاتھ اور اس کے مقابل ۲۰ ہاتھ تھی۔ کعبہ کے دروازے مغربی اور مشرقی سمت کھلتے تھے۔ کعبہ کے اندر جنوبی جانب کنویں کی مانند تین ہاتھ گہرا گڑھا تھا جو کعبہ کے خزینہ کے طور پر استعمال میں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ وغیر مسقّف رکھا تھا اور نہ دروازوں کیلئے چوبی کواڑ بنائے تھے صرف جگہ چھوڑ دی تھی۔ حالانکہ کعبہ کے خزینے میں اموال ثمین سونا چاندی وغیرہ محفوظ کئے جاتے تھے۔ باب کعبہ میں کواڑ نہ ہونے کے باوصف چوری اور زیاں کا اندیشہ نہ تھا کیونکہ لوگ سرقہ اور خیانت سے واقف نہ تھے۔

قریش نے کعبۃ اللہ کی جو تعمیر کی اس کی توثیق حدیث شریف سے ہوتی ہے۔ قریش کی تعمیر کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت شریف سے پانچ سال پیشتر کا ہے جب کہ حضور.........................پس مانو اللہ تعالیٰ کو.........اور کہو کہ ......جانے کا خطرہ بڑھنے لگا۔ امراء قریش اس بارے میں متفکر تھے آخر کار سب نے کعبہ کی تعمیر جدید کا ارادہ کر لیا لیکن وہ قدیم عمارت کو منہدم کئے بغیر اسے مسقّف کرنا چاہتے تھے۔ وہ اس کی بلندی میں اضافہ اور نیا چھت ڈالنے کا قصد کئے ہوئے تھے۔ تعذیب الٰہی کے خوف سے وہ دیواروں کو اپنے ہاتھوں سے گرانا نہیں چاہ رہے تھے تاہم ایک مرتبہ زبردست بارش ہوئی اور سیلاب کے پانی کے باعث کعبہ کی دیواریں کچھ کچھ منہدم ہوگئیں۔ اب نئی تعمیر کے سلسلہ میں کوئی ممانعت نہ رہی۔ اسی اثناء میں مکہ میں معلوم ہوا کہ ایک تاجر کی کشتی طوفان کی زد میں آکر کھل گئی اور جدہ کے ساحل پر آپڑی ہے تو قریش نے اس کشتی کی لکڑی کو قیمتاً حاصل کر لیا، تا کہ اس سے کعبہ کی چھت بنائی جائے اور کشتی کے مالک کو جو خود ایک اچھا معمار تھا اسے تعمیر کعبہ کے کام کے لیے بامعاوضہ آمادہ کر لیا۔ مکہ میں موجود ایک قبطی نجار کو اس کی اعانت کے لئے مامور کیا۔

کعبہ کے اطراف چار گروہ انہدامی کے کام کے لیے مقرر ہوئے۔ عذاب کے ڈر سے کوئی پہل نہیں کر رہا تھا آخر کار ولید بن مغیرہ نے رکن یمانی کی طرف انہدامی کارروائی شروع کی پھر سب کے سب شامل ہوگئے۔ ابو وہب بن عمرو جو بنی مخزوم سے تھا اٹھا اس نے کعبہ میں سے ایک پتھر نکالا تو وہ اس کے ہاتھ میں سے اچھل کر پھر اپنی جگہ جا بیٹھا۔ اس نے یہ دیکھ کر پکارا کہ ”اے قریش والو! کعبہ کی تعمیر میں اپنی پاک کمائی کے سواء کوئی چیز داخل نہ کرو اس میں سود، رشوت اور ظلم سے حاصل کیا ہوا پیسہ یا اشیاء داخل نہ کی جائے“۔ ابو وہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کے ماموں تھے۔ تعمیر کعبہ میں قریش کے تمام قبائل شامل تھے انہوں نے آپس میں اس مقدس کام کی تقسیم کر لی تھی۔ دروازہ کا حصہ بنی عبد مناف

اور بنی زہرہ، رکن اسود اور رکن یمانی کا درمیانی حصہ بنی مخزوم اوران کے حلیفوں نے ۔ کعبہ کا پچھلا حصہ بنی جمح اور بنی سہم اور حجر جسے حطیم کعبہ کہا جاتا ہے وہ حصہ بنی عبدالدار، بنی اسد بن العزی اور بنی عدی بن کعب نے اپنے ذمہ لیا۔

اساس حضرت ابراہیم علیہ السلام تک دیواروں کو ڈھا دینے کے بعد انہوں نے سبز رنگ کی چٹانیں پائیں جوایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں۔اس دوران سریانی کتبات برآمد ہوئے۔ پھر قریش قبائل نے تعمیری کام شروع کیا۔ دیواروں کے لئے قریبی نیلگوں پتھروں کی سلیں تراش کرلائی گئیں جنہیں تعمیر میں استعمال کیا گیا۔ حجر اسود کی تنصیب کے شرف کے لئے اختلاف سے بچنے اور جنگ وقتال کو ٹالنے کے لیے ابوامیہ بن مغیرہ نے مشورہ دیا کہ کل صبح باب صفا سے جو شخص پہلے آئے اسے حکم بنایا جائے ۔ دوسرے دن باذن باری تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے باب الصفا سے داخل حرم ہوئے، حالانکہ آپ اس قرار داد سے قطعاً انجان تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی سب بہ یک زبان پکار اٹھے ۔ یہ امین ہیں ہمیں ان کا فیصلہ منظور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کا دعوی مع دلائل اور دعوی تفوق کی وجوہات سماعت فرمانے کے بعد محسوس کیا کہ ہر قبیلہ دوسرے سے حسد ورقابت میں شدید ہے اور کوئی کسی کو اس شرف کے لئے رعایت دینے کیلئے تیار نہیں ہے۔ جب آپ نے اپنا حکیمانہ فیصلہ سنایا کہ ایک چادر میں حجر اسود کو رکھا جائے اور چادر کے کونے ہر خاندان کے سربراہ پکڑیں اور محل نصب تک لے آئیں ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو چادر میں اٹھایا اور دیوار کعبہ میں نصب کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ منصب اپنے خلیل اور اپنے حبیب علیہما السلام کے لئے مخصوص ومحفوظ کردیا۔

تعمیر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے وقت کعبہ کی دیواروں کا ارتفاع ۹ ہاتھ تھا جسے قریش نے دوگنا بڑھا کر ۱۸ ہاتھ کردیا۔ نفقہ حلال کی کمی کے سبب جانب غرب کا کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا اور ایک نصف دائرہ دیوار کھینچ دی تاکہ حسب موقع شامل عمارت کرلی جائے اسے حطیم یا حجر کہتے ہیں۔ دروازہ کو زمین سے بلند کردیا گیا تاکہ قریش جسے چاہیں اندر آنے دیں اور جسے چاہیں اندر جانے سے روک دیں۔ چوبی زینہ بنایا جو اندر کی طرف اترتا۔ قریش نے کعبۃ اللہ کو مسقف کردیا انہوں نے تعمیر کعبہ میں پتھروں کے ساتھ مٹی اور دیگر تعمیری مسالوں کا استعمال کیا۔ چھ ستون قائم کئے۔

سنہ ۶۴ ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور بنی امیہ کی معرکہ آرائیوں میں کعبۃ اللہ کو شدید نقصان پہنچا۔ بسبب آتشزدگی سے نہ صرف غلاف کعبہ جلا بلکہ دیواریں اور چھت کا زیادہ تر حصہ متاثر ہوگیا۔ جنگی حالات ختم ہوتے ہی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ کرام سے مشاورت اور شخصی طور پر استخارہ کرکے کعبۃ اللہ کی تعمیر جدید کا ارادہ کرلیا اور ایک جماعت کو انہدامی کام پر مقرر کردیا۔ ۱۵؍ جمادی الآخرہ بروز شنبہ جب انہدامی مرحلہ پورا ہوا تو فوراً تعمیر جدید کا کام شروع ہوا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ کعبہ کے حدود اربع پر تعمیری کام جاری رکھا۔ قریش نے حطیم کا جو حصہ خارج عمارت کردیا تھا اسے بھی شامل کرکے قدیم گنجائش کے لحاظ سے عمارت بنائی۔ زمین سے لگا کر دو دروازے لگائے۔ دیواروں کے طول وعرض میں اضافہ کیا۔ سنعا چمن سے اعلی قیمتی اور مخصوص پتھر منگوا کر لگائے، گچ بھی یمن سے منگوائی، شکم کعبہ میں مشک و عنبر پھیلایا اور کعبہ پر دیباج کا غلام چڑھایا۔

حجاج بن یوسف ثقفی نے جو تعمیر کی وہ مستقل نوعیت کی نہ تھی۔ بلکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر میں تغیرات اور اصلاحات کی حد تک تھی۔ حجاج نے خلیفہ عبدالملک

بن مروان کو لکھا کہ ابن زبیر نے کعبہ کی عمارت میں زیادتیاں کی ہیں اور کئی تبدیلیاں لائی ہیں لہٰذا اسے ان کی اصلاح وتعمیر کی اجازت دی جائے ۔ عبدالملک نے اسے اجازت دے دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے بلا تاخیر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر میں تبدیلیاں کر دیں۔ مغربی دروازہ کو بند کر دیا اور حطیم کا چھوٹا ہوا حصہ جسے قریش نے اپنی تعمیر کے وقت عمارت کعبہ سے خارج کر دیا تھا اور حضرت ابن زبیر نے اسے شامل کر دیا تھا۔ حجاج نے دوبارہ اس حصہ کو عمارت سے خارج کر دیا اور نصف دائرہ دیوار بنادی۔ جب یہ ساری تفصیل عبدالملک کے سامنے آئی تو اسے بڑا اضطراب ہوا اور ہمیشہ اس بات پر ندامت رہی کہ اس نے حجاج کو اس بات کی کیوں اجازت دی۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر کردہ جملہ عمارت کو منہدم کر کے از سر نو قریش کی حد بندی کے لحاظ سے کعبہ کی تعمیر جدید کی ۔ یہ کارروائی سنہ ۴۷ھ میں ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر میں اندرونی چبوترہ ۹ ہاتھ طویل تھا اور اس کا دروازہ زمین سے ملا ہوا تھا جسے کواڑ نہ تھے اور داخل ہوتے ہی ایک گڑھا تھا جس میں تحائف کعبہ رکھے جاتے تھے ۔ قریش نے اس صفہ کو ۱۸ ہاتھ کر دیا تھا۔ دروازہ کو زمین سے اوپر اٹھا کر بنا دیا تھا، تا کہ ان کے منشاء کے مطابق لوگ داخل ہوسکیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے صفہ کو ۲۸ ہاتھ کر دیا اور دو دروازے زمین سے متصل بنائے اور حطیم کا حصہ شامل کر کے ایک قطار میں ۳ ستون استادہ کئے اور میزاب نصب کیا۔ حجاج نے حضرت ابن زبیر کی تعمیر کو منسوخ کر کے قریش کی علامتوں کو پھر سے قائم کر دیا۔

عباسی خلیفہ ہارون رشید نے چاہا تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر دوبارہ کعبہ شریف کی تعمیر کرے لیکن علماء کرام نے اسے منع کر دیا کہ بار بار گرانا اور بنانا کھیل ہو جائے گا۔ اگرچہ کہ شاہان اسلام نے مختلف اوقات میں کعبہ معظمہ کی مرمت اور تزئین کی سعادت حاصل کی لیکن کسی نے اسے پھر سے منہدم کر کے دوبارہ از سر نو بنانے کا حوصلہ نہ کیا۔

سنہ ۱۰۳۹ھ (م ۱۶۲۹ء) میں شاہ قسطنطنیہ سلطان مراد بن احمد خاں نے جب دیکھا کہ کعبہ معظمہ کی عمارت بے حد کہنہ ہوگئی ہے اور بارش کے پانی کے سبب دیواروں کو مسلسل صدمات پہنچ رہے ہیں تو اس نے قدیم عمارت کو گرا کر نئے سرے سے بنیاد قریش کے موافق کعبۃ اللہ بنانے کی سعادت حاصل کی۔ اس نے اندرونی حصہ میں اعلیٰ درجہ کا سنگ مرمر کا فرش کیا اور چھت پر نہایت قیمتی اور نفیس مخملی چھت گیری کی اور باہر کی دیواروں میں چونا میں سنگ خارا چنا۔ نہایت اعلیٰ اور نفیس ریشمی سیاہ پردہ تمام خانہ کعبہ پر ڈالا جس پر کلمہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا تھا۔ موجودہ عمارت سلطان مراد کی بنائی ہوئی ہے۔ موجودہ عمارت ۳۸۳ سال قدیم ہے۔ سلطان مراد کی تعمیر ساڑھے چھ مہینوں میں مکمل ہوئی۔

کعبہ اہل اسلام کا قبلہ ہے۔ نماز میں قبلہ شرط ہے۔ کعبہ کا طواف عبادت ہے۔ کعبہ کی ۱۲۰ رحمتیں ہیں، ۶۰ طواف میں ۴۰۰ نمازیوں کے لیے اور ۲۰ رحمتیں کعبہ کا نظارہ کرنے والوں کے لئے ہیں (اخذ واستفادہ: کتب احادیث، تفاسیر، تاریخ کعبہ، الکعبہ والکسوہ، تاریخ مکہ، فی رحاب البیت الحرام، دی اسٹوری آف گریٹ ایکسپنشن، موضوع سے متعلق معتبر مقالہ جات ومضامین وغیرہ)

بلاد عالم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب شہر مدینہ منورہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ "اے اللہ جیسے تو نے مجھے میرے محبوب شہر مکہ مکرمہ سے ہجرت کا حکم دیا ہے اسی طرح اب مجھے اپنے محبوب شہر کو پہنچا اور میری سکونت کا سامان کرے"۔ (مستدرک حاکم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ

تعالیٰ نے مدینہ منورہ پہنچایا اور آپ نے بحکم الٰہی یہاں پر سکونت اختیار کی ۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جس حصہ زمین میں میری قبر ہوگی وہ ساری دنیا میں میرے نزدیک محبوب ہے''۔ فرمایا ''تم میں جو مدینہ میں مرنے کا حوصلہ رکھتا ہو اگر وہ یہاں مرے تو میں اس کی شفاعت کروں گا''۔ (ترمذی) فرمایا ''اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت دے، ہمارے پھلوں میں برکت دے، ہمارے صاع میں برکت دے، اے اللہ ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے دوست اور تیرے نبی تھے میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے دعاء کی میں مدینہ کے واسطے دعاء کرتا ہوں مکہ کی دو چند برکت مدینہ میں دے (مسلم شریف) مدینہ منورہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرہ اور خاصان خدا کا وطن ہے۔ جس طرح اسے محبوب تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا (ق سورہ ۸، آیت ۵) مفسرین بیت سے مدینہ منورہ مراد لیتے ہیں گویا خالق کونین نے کعبہ معظمہ کو اپنا گھر اور مدینہ منورہ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر فرمایا (طبری) مدینہ منورہ روح الامین کا جائے نزول ہے، مدینہ منورہ مقرب فرشتوں کے اترنے کی جگہ ہے۔ مدینہ منورہ میں مرقد اطہر صلی اللہ علیہ وسلم ہے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی شریف ہے۔ جس میں محراب ومنبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ مدینہ منورہ میں صاحب حوض کوثر ہے۔ مدینہ منورہ میں محبوب رب العالمین ہیں۔ مدینہ منورہ میں شفیع المذنبین ہیں، مدینہ منورہ میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، مدینہ منورہ میں اللہ کا نور ہے یہاں سرتاج ممکنات فخر موجودات ہیں، مدینہ منورہ کی حاضری موجب شفاعت ہے، مدینہ منورہ میں دل جھکتے ہیں، مدینہ منورہ میں دوجہاں کا تاجدار پروردگار ہے، مدینہ منورہ میں دائمی برکت ہے، مدینہ منورہ خلفائے راشدین کا مرکز خلافت ہے، مدینہ منورہ عمل خیر کی بہترین جگہ ہے، مدینہ منورہ کے چپہ چپہ اور ذرّہ ذرّہ پر لحہ لحہ باران رحمت اور انوار الٰہی کے نزول کا سلسلہ ہے، مدینہ منورہ کا قدیم نام یثرب تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یثرب بن عبیل بن عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام سب سے پہلے یہاں آئے اور قیام کیا تھا۔ انہیں کی نسبت سے یہ مقدس شہر یثرب سے موسوم ہوا۔ بعض دیگر اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ یثرب بن قانیہ، بنوہیف، بنومطر، بنازرق یا عمالقہ پہلے آباد ہوئے۔ علامہ سمودی کے نزدیک پہلی روایت صحیح اور راجح ہے (خلاصۃ الوفا) عرصہ دراز کے بعد یہود کے پچیس قبائل آئے اور مستقل سکونت اختیار کی۔ ان میں بنوقریظہ، بنونضیر، بنوحجر، بنوثعلبہ، بنوعوراء، بنوماسکہ، بنوعلقمہ، بنوزیر اللات، بنوقینقاع، اہل زہرہ، اہل زیالہ، عیص، بنوعکو اور بنومزایہ بہت مشہور ہیں۔ قبائل عرب میں بنوانیف، بنی معاوہ اور بنی جذماء قدیم ساکنان یثرب تھے۔ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یثرت میں یہود کے ۵۹ اور قبائل عرب کے ۱۳ قلعہ نما قصر تھے بعد ہجرت مہاجرین وانصار نے مزید ۵۶ کا اضافہ کیا۔ جن کی مجموعی تعداد ۱۲۸ تھی جن میں سے بعض کے آثار ونشان آج تک نظر آتے ہیں۔ انصار مدینہ کے مشہور قبائل اوس اور خزرج تھے جنہیں پہلے بنوقیلہ سے پہچانا جاتا تھا انصار جمع ہے نصیر کی انہیں یہ معزز لقب نصرت دین کے سبب عطا ہوا تھا۔ اوس اور خزرج کا سلسلہ نسب ثابت بن اسماعیل علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ مدینہ منورہ میں اوس کے ۱۳ اور خزرج کے ۲۶ مساکن تھے۔ یہ لوگ آپس میں حریف اور متحارب رہا کرتے تھے۔ ان کے درمیان ہونے والی جنگیں اپنی خونریزیوں اور طوالت کے باعث بڑی مشہور تھیں۔ اوس اور خزرج کے بیچ جنگ سمیر جنگ کعب بن عمر، جنگ حصین، جنگ ربیع، جنگ حاطب، جنگ بقیع، جنگ فجار اور جنگ بعاث کی تفصیلات سے تاریخ کے

اوراق بھرے ہوئے ہیں۔ اوس اورخزرج چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اس وجہ سے دین حنیف کے پیرو تھے بعد میں بت پرستی کے شکار ہوئے۔تاہم چندلوگ آخرتک دین حنیفی کے متبع رہے۔ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی مدینہ منورہ میں اسلام کے چرچے تھے ہجرت کے بعد باقی ماندہ لوگ بھی داخل اسلام ہوگئے۔ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب کا نام تبدیل کر کے طیبہ، طابہ اور مدینہ رکھا۔ یثرب کے معنی قرض، نکتہ چینی عیب جوئی اور گناہ کے بھی نکلتے ہیں اس وجہ سے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نام پسند نہ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زمانہ قدیم میں شہر کے کنارے ایک بازار لگتا تھا جسے یثرب کہتے تھے۔ونیز یہاں کا بخار بڑا مہلک ہوتا تھا اس وجہ سے اس کو یثرب کہا جاتا تھا لیکن قدوم حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ دارالشفاء بن گیا۔اللہ تعالیٰ نے اس کو ارض اللہ فرمایا ہے مدینہ منورہ کے چند نام یہ بھی ہیں الدار والایمان سے مراد مدینہ ہے، بیت الرسول ، دارالحیر ۃالبلد، حسنہ، خیرہ، دارالابرار، دارالاخیار، الشافیہ،العاصمہ،قبۃ الاسلام اور مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوشنبہ یکم ربیع الاول ۱۳نبوت م ۱۶ڈسمبر ۶۲ءکو مکہ مکرمہ سے سفر ہجرت کا آغاز کیا۔ دوشنبہ ۸ر ربیع الاول ۱۳نبوت م ۲۳ر ستمبر ۶۲۲ءکو قبا میں ورود مسعود ہوا، جمعہ ۱۲ر ربیع الاول شریف م ۲۷ر ستمبر ۶۲۲ءکو اپنے قدوم اقدس سے مدینہ منورہ کو زینت وحرمت بخشی۔ (رحمۃ للعالمین،ٹ منصوپوری) ہجرت کے بعد سب پہلا مرحلہ مسجد نبوی شریف کی تعمیر کی تکمیل پایا۔انصار مدینہ اورمہاجرین کے درمیان مواخاۃ، معاہدہ ، اذن قتال، سیف البحر، رابغ، خرار کے سرایا سال ہجرت کے اہم واقعات تھے۔ دوسرے سال غزوہ ابواء،غزوہ بواط،غزوہ سفوان،غزوہ عشیرہ،سریہ نخلہ ،غزہ بدر کبری فتح بدر، غزہ بنی سلیم،غزوہ بنی قینقاع اورغزوہ سویق ہوا۔ ہجرت کے تیسرے سال غزوہ ذی امر، غزوہ بحران،سریہ زید بن حارثہ،غزوہ احد،شیر خدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت چوتھے برس سریہ ابی سلمہ عبداللہ بن انس رضی اللہ عنہ، رجیع وبئر معونہ کے حادثات،غزہ بنی نصیر،غزوہ نجد،غزوہ بدر دوم۔ پانچویں سال غزوہ دمۃ الجندل، غزہ احزاب، غزوہ بنو قریظہ۔ چھٹے سال سریہ محمد بن مسلمہ،غزوہ بنی لحیان،سریہ عمر،سریہ ذوالقصد،سریہ جموم وعیص وطرف، وادی القری خبط وغیرہ،غزوہ بنی المصطلق ، بنی کلب، بنی سعد، عرنین کے سرایا، صلح حدیبیہ، بیعت الرضوان، بادشاہان عالم اورامراء کے نام دعوت اسلام کے مکتوبات گرامی اورغزوہ غابہ ہوا۔ ہجرت کے ساتویں برس غزوہ خیبر،خیبر کے قلعوں کی تسخیر،حضرت جعفر بن ابی طالب کی حبشہ سے آمد،فدک، وادی القری، تیماءوغیرہ کی اطاعت، غزہ ذات الرقاع قدید،......،تربہ،اطراف قدم میفہ، خیبرر، یمن وجیار اورغابہ کے سرایا، عمرہ قضاء اورسریہ ابوالعوجاء۔ آٹھویں سال سرایا غالب بن عبداللہ،ذات اطلح،ذات عرق، معرکہ موتہ،سریہ ذات السلاسل،غزوہ فتح مکہ، خانہ کعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ،عفوعام،غزوہ حنین،غزوہ طائف ، ہجرت کے نویں سال عمال کی روانگی۔ سریہ عینیہ، قطبہ ضماک،علقمہ،علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سرایا، غزوہ تبوک اورحضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت میں حج۔دس ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مختلف وفود کی آمد، حجۃ الوداع اورگیارہویں سال رفیق اعلیٰ سے وصال صلی اللہ علیہ وسلم (الرحیق المختوم)

ہجرت کے وقت مدینہ منورہ میں ورود مسعود کے بعد جہاں پہلی بار ناقہ بیٹھا تھا وہ جگہ دوانصاری یتیموں کی تھی اسے قیمتاً خرید کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شریف کا پایہ رکھا گیا۔ تعمیری رقبہ ۱۰۵فٹ طول اور ۹۰فٹ عرض تھا۔ بیت المقدس

کی جانب قبلہ تھا۔ تحویل قبلہ کے بعد قدیم قبلہ کی سمت دیوار اہل صفہ کے لئے حد تھی۔ اس جانب کا دروازہ موقوف ہو گیا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی چھت کھجور کے پتوں اور ستون لکڑی کے تھے۔ مسجد کے ساتھ ساتھ حضرت بی بی سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے بنائے گئے تھے۔ دیگر ازواج مطہرات کے مکانات مختلف اوقات میں بنے۔ ابتدا تعمیری رقبہ ۱۰۵۰ مربع میٹر تھا۔ فتح خیبر کے بعد پہلی توسیع کے بعد رقبہ ۲۴۷۵ مربع میٹر ہو گیا اور طول وعرض ۱۵۰ فٹ ہو گیا۔ پہلی توسیع کے دس سال بعد حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے ۱۷ھ میں توسیع کی جس کے باعث طول ۲۱۰ فٹ اور عرض ۱۸۰ فٹ ہو گیا اس کے بعد حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے ۲۹ھ میں ساری مسجد کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کی۔ دیواریں اور ستون پتھر اور لوہے کے بنائے۔ چھت کی ساج کی لکڑی سے تیار کیا۔ مسجد کے تمام دروازے بند کر کے صرف چھ ابواب رکھے۔ اس توسیع میں ۴۹۶ مربع میٹر کا اضافہ ہوا۔ ۸۹ھ میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز کی رات نگرانی میں ہونے والی توسیع کا کام دو سال تک چلتا رہا اس وقت توسیع میں امہات المؤمنین کے حجروں کو بھی شامل کر لیا گیا۔ دیواروں کو نقش ونگار اور ساج کے چھت پر طلاء کاری کا کام ہوا۔ اس وقت مزید ۲۳۶۹ مربع میٹر کا اضافہ ہوا۔ روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مقدسہ کو بھی شامل مسجد کر لیا گیا۔ عباسی خلیفہ مہدی کے دور میں چار سال تک توسیع کا کام ہوتا رہا۔ ۱۶۵ھ میں عہد قدیم کی یہ سب سے عظیم اور آخری توسیع تھی بعد کی ترمیمات وتجدید انہیں حدود کے اندر ہوئیں۔ مہدی کی توسیع کے سبب ۲۴۵۰ مربع میٹر کا اضافہ ہوا۔ قبل ازیں ۱۵۱ھ میں منصور اور ۱۹۳ھ میں خلیفہ ہارون رشید نے دو میناروں کا اضافہ کیا۔ عرصہ دراز بعد ۸۵۱ھ میں امیر بردبک نے مینار کو از سر نو بنوایا۔ ۸۸۸ھ میں سلطان اشرف قیتبائی نے ۱۲۰ مربع میٹر کا اضافہ کیا۔ ۱۲۳۳ھ میں سلطان محمود خاں عثمانی نے گنبد شریف کو سبز رنگ سے مزین کیا۔ اس وقت سے حجرہ شریف کا یہ قبہ گنبد خضرا سے معروف ہے۔ بعد ۱۲۶۵ھ سے سلطان عبدالمجید نے تعمیر وتوسیع کا کام کیا جو ۱۲ سال تک چلتا رہا اور ۱۲۹۳ مربع میٹر کا اضافہ ہوا۔ ۱۳۶۶ھ میں ملک عبدالعزیز نے توسیع مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز کیا ۹ سال کی مدت میں ۶۰۳۳ مربع میٹر کے اضافہ کے ساتھ یہ کام پورا ہوا جس سے رقبہ ۱۶۳۲۶۰ مربع میٹر ہو گیا۔ ۱۳۹۳ھ میں ملک فیصل نے چھت کا کام کروایا جس سے بالائی منزل کا رقبہ ۹۴۰۰۰ مربع میٹر تک بڑھ گیا۔ ۱۴۰۶ھ میں توسیع پراجٹ کا آغاز ہوا اس میں اطراف واکناف کے کھلے قطعات مکانات اور راستوں کو شامل کر کے جدید عمارات کا اضافہ کر کے عالیشان پیمانے پر توسیع کی گئی۔ نئے مشمولات کے باعث ۸۲۰۰۰ مربع میٹر کا اضافہ ہو گیا جس کی وجہ سے نمازیوں کے لئے بیحد گنجائش نکل آئی ہے بالائی منزل پر ۶۷۱۰۰ مربع میٹر کا اضافہ ہوا۔ اب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شرف کا جملہ رقبہ ۱۶۵۵۰۰ مربع میٹر ہے اور ۲۵۷۰۰۰ مصیوں کی گنجائش ہے (حرمین شریفین توسیعی پراجکٹ رپورٹ)

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے زمانے سے آج تک نماز عشاء کے بعد لوگوں کو ہٹا کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شریف کو مقفل کر دینے کا رواج ہے۔ خدام حرم کا چبوترہ باب جبرئیل سے داخل ہونے پر داہنی جانب ملتا ہے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منبر شریف بنانے کی عزت میمون نامی شخص کو حاصل ہوئی جس کے قبیلہ والوں کو کعبہ کی تعمیر کی سعادت ملی تھی۔ ۶۵۶ھ میں ملک مظفر نے جدید منبر بنوایا۔ ۷۹۰ھ میں الظاہر ۸۲۰۰ میں المؤید الشیخ اور ۸۸۸ھ

میں سلطان اشرف قیتبائی نے سنگ مرمر کا منبر نذر کیا۔ ۹۹۸ھ میں سلطان مراد خان کا بنوایا ہوا منبر آج تک برقرار ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے منبر پر غلام کا رواج ہوا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شریف میں کثیر التعداد اساطین ہیں چند کے نام یہ ہیں۔ مخلقہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مہاجرین، قرعہ، توبہ، سریر، حضرت علی رضی اللہ عنہ، وفود، جبرئیل اور تہجد وغیرہ۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شریف میں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے قندیل روشن کی۔ بعد کے دور میں ۶۲۰ قندیلیں روشن کی جاتی تھیں۔ عہد بہ عہد ان کی صورت بدلتی رہی۔ انہیں سونے اور جواہرات سے مزین کیا جانے لگا۔ حیدرآباد کے سرآسمان جاہ بہادر کی نذر کردہ مرصع طلائی ۲ قندیلیں عرصہ دراز تک حجرہ شریف میں داخل کی جاتی رہیں۔ فرش کے لئے سالانہ چارسو حصیریں مصر اور قسطنطنیہ سے آتی تھیں۔ آج کل امور حرمین کی وزارت کی جانب سے اعلیٰ قالین کا فرش ہوتا ہے۔ قیمتی فانوسوں کو آویزاں کرنے کا رواج بھی قدیم ہے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شریف میں سب سے پہلے لوبان جلایا تھا۔ حجرہ شریف کی خدمت کے لئے خدام کا تقرر نور الدین زنگی شہید نے کیا تھا ہر دور میں خلفاء بادشاہون، امراء، تجار اور اہل ثروت نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شریف کے لئے تحائف اور ہدایا نذر کرنا سعادت جانا۔ صحن مسجد میں باغ وبئر فاطمہ تھا ہر دور میں ٹھنڈے پانی کی صراحیوں کا رواج رہا۔ آج کل واٹر کولر نعم البدل ہیں۔ زمانہ سابق سے آج تک درس قرآن وحدیث کے حلقے قائم ہیں۔ عرصہ دراز تک خطبہ اور نماز کے لئے مواجہ شریف میں آکر اجازت طلبی کا رواج رہا۔ بقیہ آثار حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں علامات توسیعات، محراب سلیمانی، اساطین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سریہ، توبہ، حرس، وفود، مخلقہ، مصلی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، محل النساء، خود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باب السلام، باب الرحمہ، باب النساء، باب المجیدی، باب جبرئیل، دروس الثلاثہ، غلاف حجرہ، صفہ، محراب تہجد، محراب شیخ حرم، خرفہ خلیفہ، منائر مایاذن، مزلہ، مکتبہ محمودیہ اور مکتب حرم شریف وغیرہ ہیں (کتاب تاریخ وآثار مدینہ منورہ)

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شریف کے علاوہ مدینہ منورہ میں مساجد کی کثرت واقعہ ہے جن کی تفصیلات کا احاطہ خود ایک موضوع ہے۔ یہاں چند قدیم معروف اور تاریخی اہمیت رکھنے والی مساجد کے نام تبرکا پیش ہیں۔ مسجد غمامہ، مسجد بلال، مسجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، مسجد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، مسجد علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، مسجد مالک بن سنان، مسجد بنی عمرو نجاری، مسجد بنی ساعدہ، مسجد بنی عبد، مسجد بنی سلمہ، مسجد بنی رائج، مسجد بنی زریق، مسجد غفار، مسجد بنی اسلم، مسجد بنی جہنیہ، مسجد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، مسجد قلتہ، مسجد السقیاء، مسجد منارتین، مسجد عروہ، مسجد ابیار علی، مسجد معرس، مسجد مغلسہ، مسجد جمعہ، مسجد نبات النجار، مسجد قباء، مسجد مشربہ، مسجد بنی ظفر، مسجد فضیخ، مسجد التمش، مسجد مضبح، مسجد عمرہ، مسجد ابی ذر غفاری، مسجد اجابہ، مسجد سق، مسجد رایہ، مسجد مستراح، مسجد درغ، مسجد مصرع، مسجد سید الشہداء، مسجد شایا، مسجد جبل احد، مسجد قبلتین، مسجد بنی حرام، مسجد الفتح، مسجد سلمان فارسی، مسجد نقیع، مسجد بنی قریظہ، مساجد احزاب، مسجد توبہ، مسجد فیفا قیار، مسجد خربہ، مسجد بنی ماذن، مسجد بنی عدی، مسجد بنی حارث، مسجد بنی واقف، مسجد بنی وائل، مسجد دار سعد، مسجد بنی بیاضہ، مسجد عجوز، مسجد جہیس، مسجد عتبان، مسجد انیف، مسجد بھرامۃ مسجد عبدالاشہل، مسجد بنی امیہ، مسجد زبیر، مسجد قرصہ، مسجد قازانیہ، مسجد کانبیہ، مسجد عنبریہ اور مسجد خلیل وغیرہ۔

مدینہ منورہ کے قدیم دار اور قصور میں دار ابی ایوب انصاری، دار القضاء، دار خالد بن ولید، دار عبداللہ بن عمر رضی اللہ

عنہ، دار مروان، دار حسن رضی اللہ عنہ بن زید، دار جعفر صادق رضی اللہ عنہ، دار ریطہ بیت عباس، دار ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دار عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کبری وصغری، قصر اسماعیل بن ولید، قصر خل، قصر بنی یوسف، قصر ابراہیم بن ہشام، قصر مسلمہ، قصر عروہ، قصر عتر، عتر عاصم اور قصر سعید بن العاس مشہور ہیں۔

مدینہ منورہ کے قدیم کنوؤں میں بئر النبی، بیئر غرس، بئر رومہ یا بئر عثمان رضی اللہ عنہ، بئر مضباعہ، بئر بصہ، بئر حاء، بئر مہن، بئر اہاب، بئر زروان، بئر انس بن مالک، بئر سقاء، بئر قراصہ، بئر حلوہ، بئر یسیرہ، بئر زرع، بئر ابی غنبہ، بئر الاعواف، بئر انا، بئر جمل، بئر بویرہ، بئر ابی عنبہ اور بئر اقاشامل ہیں۔ وادیوں میں وادی عتیق صغیر وکبیر واکبر، وادی بطحان، وادی رانونا، وادی ندنیب، وادی مہروز اور وادی قناۃ۔ عیون میں عین الشہداء اور عین الزرقاء ہیں۔ ثنایات مدینہ منورہ میں ثنیۃ الوداع، ثنیۃ عنعث اور ثنیہ ثرید مشہور ہیں۔ ثنیہ ٹیلے یا پہاڑی کو کہتے ہیں جبال مدینہ میں جبل احد، جبل ثواب، جبل سلیع، جبل رماہ، جبل مستند، جبل عیر، جبل ثور، جبل اعظم، جبل انظم، جبل سیطان قدیم ومعروف ہیں۔ ہموار جگہوں میں تضارع، ام خالد، عاقر اور حرار مدینہ میں حرہ واقم وحرہ برہ ہیں (تاریخ معالم المدینۃ المنورہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد انور کا حجرہ شریفہ دراصل ام المؤمنین بی بی سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ ہے۔ اس کی بناء اینٹ اور لکڑی سے اور چھت لکڑی اور کھجور کے پتوں کی تھی جس پر کمبل کی چھت گیری تنی رہتی کھڑے ہونے پر چھت سر سے مس ہوتی اس حجرہ کے دو دروازے تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بعد میں اپنے حجرہ کے دو حصے کر دیئے۔ ایک حصہ میں مرقد انور اور دوسرے میں خود رہا کرتی تھیں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین سے پہلے بے جھجک جایا کرتیں بعد میں حجرہ شریف میں چادر اوڑھ کر جانے لگیں۔ خلیفہ ولید نے منقش پتھروں سے حظیرہ بنوایا جس میں دروازہ نہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے اطراف تین دیواریں ہیں ایک قدم مکان کی دوسری سنگی اور تیسری حظیرہ کی ابتداء میں حجرہ شریف مستطیل تھا بعد میں قبہ شریف کی تعمیر کے لئے چوڑائی میں توسیع کی گئی۔ اسی پر سلطان اشرف قیتبائی کا تعمیر کردہ قبہ ہے۔ قبور مقدسہ کی ترتیب اس طرح ہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ اقدس کے پیچھے اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر مبارک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شانہ مبارک کے پیچھے۔ یہ تینوں قبول مبارک پہلے مسطح تھے۔ بعد میں چوکی دار کی گئیں۔ ۵۵۰ھ میں جمال الدین اصبہانی نے حجرہ مبارکہ کے اطراف سندلی جالی قائم کی۔ ۵۵۷ھ میں سلطان نور الدین سید محمود زنگی نے حجرہ مقدسہ کے اطراف گہری خندق کھدوا کر بنیاد سے حجرہ مبارکہ کو نہایت مستحکم کیا۔ سلاطین مصر کے عہد میں ایک پردہ دیبائے سفید کا سورہ یسین نقش کروا کر حجرہ شریفہ پر آویزاں کیا گیا۔ اس کے بعد سے سلاطین کی جانب سے پردے نذر ہونے لگے۔ سلطان مصر صالح اسماعیل نے غلاف کعبہ اور حجرہ شریف ومنبر شریف کے پردوں کے لئے ایک قریہ جاگیر وقف کی۔ خلفاء عباسیہ کا بھی یہی طریقہ رہا اس سلسلہ کا آخری پردہ سبز دیبا پر سفید ریشمی کام کے ساتھ سلطان عبدالمجید نے گزارا تھا۔ حجرہ شریف کے چھت کے کام کروانے کی سعادت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور بعد میں ملک منصور کو ملی اس نے ستونوں پر ایک نفیس ہشت پہلو قبہ بنوایا تھا جو حریق کے حادثہ میں متاثر ہوگیا۔ ملک ناصر، ملک اشرف اور ملک ظاہر نے تعمیر وترمیم کی عزت پائی۔ حریق ثانی کے بعد سلطان اشرف قیتبائی نے قبہ شریف کی از سر نو تعمیر کی جس کی بلندی ۲۷ ٹ تھی ۱۲۳۲ھ میں

سلطان محمود خاں نے بصد ادب تعمیر وتجدید کی اس میں تمام اہلیان مدینہ نے حصہ لیا بعد میں قبہ پر سبز رنگ کیا گیا۔ ملک ظاہرالدین بیبرس نے بیت فاطمہ اور حجرہ شریف کے اطراف ستونوں کے بیچ لکڑی کا مقصورہ بنوایا جس کی بلندی ۱۲ اٹ اور تین دروازے تھے۔۶۹۴ھ میں ملک زین الدین نے جالی کا اضافہ کیا۷۲۹ھ میں ایک دروازہ کا اضافہ ہوا۔ سلطان احمد نے حریق دوم کے بعد تانبے کے بجائے طلائی منقش جالیاں لگوائیں جو مواجہہ شریف کے پاس نصب ہوئیں۔۱۲۸۲ھ میں سلطان عبدالعزیز خاں نے مقصورہ شریف کے لئے سبز ریشم کا پردہ نذر کیا۔ مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ کے صندوق کے پاس صندوق صندل تھا جس میں عود وعنبر اور صندل رہا کرتا۔ اس پر ایک مرمر کی تختی لگی ہوئی تھی۔ مسجد میں خوشبو کے اہتمام کی فاروقی روایت کو بعد والوں نے برقرار رکھا تھا۔ ابتداء میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ شریف میں ۳ دروازے تھے۔ تعمیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں ۶ ہوئے مہدی نے ۲۴ دروازے کھولے بعد میں سب کو بند کر کے صرف چار رکھے گئے۔ سلطان عبدالمجید نے باب مجیدی کا اضافہ کیا۔ دور رسالت میں کوئی مینار نہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مکان کے ستون سے اذان ہوتی تھی بعد پانچ مینار رئیسیہ باب السلام، باب الرحمہ، مجیدیہ اور سلیمانیہ بنائے گئے۔ (کتاب تاریخ وآثار مدینہ منورہ)

اللہ تعالیٰ کے محبوب شہر دیار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی حاضری اور زیارت ہر مومن کے لئے سعادت عظمیٰ ہے۔ بالخصوص اس ضمن میں یہ ارشاد قرآنی قرب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو واضح فرماتا ہے۔ ''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں'' (ق سورہ ۴ آیت ۶۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔ (دار قطنی وبیہقی) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوا میری زیارت کے کسی اور حاجت سے مدینہ نہ آیا ہو تو اس آنے والے کا قیامت میں شفیع بنوں گا۔ (طبرانی کبیر) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے حج کیا اور میری زیارت کی تو ایسا جیسے میری حیات میں زیارت سے مشرف ہوا۔ (دار قطنی) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی (ابن عدی۔ کامل) امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''روضہ اقدس کی زیارت کی نیت اولیٰ ہے'' حضور ختمی مرتبت سرکار دو عالم محبوب کردگار، رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ترقی درجات کے لیے سب وسائل میں سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اہل وسعت کے لئے قریب واجب ہے۔ (معلم الحجاج)

مدینہ منورہ کی حاضری اور روضہ اطہر کی زیارت کرنے والے اپنی قسمت پر جتنا ناز کریں کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی قرب کی دولت سے نوازا ہے۔ مدینہ منورہ جاتے ہوئے راستہ بھر درود شریف کا ورد رکھیں۔ جب مدینہ آجائے تو پاپیادہ ہو جائیں۔ قبہ مبارک پر نظر پڑتے ہی وفور محبت وآداب سے صلوۃ وسلام عرض کریں۔ "بسم اللہ ماشاء اللّٰہ لاقوۃ الا باللّٰہ" مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شریف میں حاضری کے لئے غسل کر لینا بہتر ہے ورنہ وضو کر کے صاف ستھرے لباس اور خوشبو لگا کر بہ صد ادب واحترام خشوع وخضوع کے ساتھ متوجہ ہو جائیں اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے باب جبرئیل یا کسی دروازے سے داخل ہوں دروازہ پر صلوۃ وسلام کے بعد تھوڑا توقف کریں یوں کہ جیسے اجازت طلب کی جاتی ہے پھر بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھیں اور مسجد میں داخل ہو جائیں۔ نفل اعتکاف کی نیت کر لیں

دربار خداوندی اور آستانہ رسالت مآب میں حاضر ہو جانا دارین کی سب سے بڑی عزت ہے۔ ایسے وقت ہر خیال غیر سے دور ہوکر پوری یکسوئی سے رجوع ہو جائیں یہاں کوئی اور گفتگو، خیال، تصور نہ ہو آواز نہایت آہستہ ہو کسی سے بھی غیر ضروری مخاطبت نہ کیں بلکہ ایک حرف بھی بڑی آواز میں نہ نکلے۔ یہ یقین رکھیں کہ ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حیات وفات ہر حال میں امت کے حوال سے باخبر ہیں''۔ (مواہب لدنیہ) گویا ہر حاضر ہونے والے پر آقائے دوجہاں کی نگاہ رحمت خاص ہے۔ ایسے میں پوری طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع رہنا عین سعادت ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی تحیۃ المسجد اور شکرانہ حاضری کے طور پر دو رکعت ادا کریں۔ محراب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یا جہاں جگہ ملے نماز پڑھ کر پائیں شریف سے مواجہہ شریف حاضر ہو جائیں۔ دل ادب سے معمور نگاہیں نیچی اور زبان درود شریف میں مصروف رہے۔ آہستگی سے آگے بڑھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور رو بقبلہ ہے اب حاضری دینے والا نگاہ رحمت عالم کے سامنے ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے، ماں باپ، پیرومرشد، استاد، اہل واولاد، بھائی بہن، عزیز واقارب، دوست احباب سب کے لئے معروضہ شفاعت کریں اور یوں عرض کریں ''اسئلک الشفاعۃ یا رسول اللّٰہ'' پھر ذرا ہٹ کر جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا چہرہ مبارکہ ہے اس کے مقابل کھڑے ہو کر سلام عرض کریں۔ ''السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللّٰہ السلام علیک یا صاحب رسو ل اللّٰہ فی الغار ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ'' پھر اتنا ہی ہٹ کر جہاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا چہرہ مبارکہ روبرو ہوگا، یوں سلام عرض کریں ''السلام علیک یا امیر المؤمنین السلام علیکم یا عز الاسلام والمسلمین ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ'' جالی مبارک میں نشانات بنے ہوئے ہیں۔ مواجہہ شریف میں جب تک رہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ پاک سے خوب دعائیں کرتے رہیں۔ ایک لمحہ بھی ضائع ہونے نہ دیں۔ کثرت سے ہدیہ درود بارگاہ رسالت میں پیش رکتے رہیں۔ پھر منبر شریف، محراب اقدس اور ریاض الجنۃ میں بہ لحاظ وقت نفل دوگانہ ادا کریں اور ہر جگہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بھرپور دعائیں کریں۔ پھر ہر ستون کے پاس نفل دوگانے پڑھیں اور دعاء کریں۔ یہ سارے مقامات محل اجابت و برکات ہیں۔ مسجد نبوی شریف میں زیادہ سے زیادہ حاضر رہا کریں۔ ہمیشہ باوضو رہیں تلاوت قرآن حکیم، ذکر ودرود کی کثرت رکھیں۔ نماز پنجگانہ باجماعت اور ماقبی وقت قرآن حکیم کی تلاوت وسماعت میں گزرے۔ روضہ انور کی طرف دیکھنا بجائے خود عبادت ہے۔ کسی حال میں روضہ اطہر کی طرف پشت نہ کریں اور نہ جالی مبارک سے پیٹھ لگا کر بیٹھیں۔ جالی مبارک کو چھونے، بوسہ دینے، سجدہ کرنے، طواف کرنے یا رکوع کی طرح جھکنے سے احتراز کرنا شرط محبت وادب ہے۔ (بہار شریعت)

دن میں پانچ بار کم از کم ایک بار مواجہہ شریف میں حاضر ہوکر صلوۃ وسلام کا نذرانہ پیش کریں۔ پھر اہل بقیع کی زیارت کے لیے جائیں کہ یہ سنت ہے۔ اس قبرستان میں امہات المؤمنین، اہل بیت اطہار، خلیفہ سوم، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اولیاء وصالحین کے علاوہ باشندگان دیار حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے آرام فرما ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں ادا کرنے والا کہ جس کی ایک نماز بھی درمیان میں فوت نہ ہو دوزخ کے عذاب اور نفاق سے بری ہوگا۔

☆☆☆

ليلة القدر

امت محمدیہ کیلئے عظیم نعمت

چمن دہر میں وہ رات بہت ہی مقدس و متبرک ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید کا نزول ہوا۔ اس ایک رات میں ہونے والی عبادت ہزار ماہ کی عبادتوں وریاضتوں سے سبقت لے گئی۔ صدیاں گزر گئیں مگر اس رات کی برکتوں اور رحمتوں میں نہ کوئی فرق پیدا ہوا اور نہ قیامت تک کوئی فرق آئے گا۔ جب بھی لیلۃ القدر آتی ہے تو اپنے دامن میں وہی سعادتیں اور برکتیں سمیٹ کر لاتی ہے، جو اسے کئی سو سال پہلے وحی الٰہی کے نزول کے سبب مرحمت ہوئی تھیں۔ لیلۃ القدر سے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے "بے شک ہم نے قرآن مجید کو شب قدر میں نازل فرمایا۔ آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا چیز ہے، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔۔۔۔الخ۔ (سورۃ القدر)

جمہور علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شب قدر اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا، ایسی مقدس وبابرکت رات اس سے پہلے کسی اور امت کو عطا نہیں کی گئی اور حدیث شریف سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ (درمنثور فی التفسیر بماثور ج ۶ اور کنز العمال ج ۸ میں) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت کو لیلۃ القدر عنایت فرمایا (جو) اس سے پہلے کی کسی امت کو عطا نہیں فرمایا۔

لیلۃ القدر کی فضیلت اور اس کی اہمیت عام انسان کیا بیان کرسکتا ہے، جب کہ خود اللہ تعالیٰ اس کی فضیلت بیان فرمادی ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت چاہئے کہ اس رات کی اہمیت کو بتلانے کے لئے اللہ تعالیٰ مستقل ایک سورہ نازل فرمایا اور اس میں اس رات کے چار خصوصیات کا ذکر فرمایا (۱) اس مبارک رات میں قرآن نازل ہوا (۲) اس رات میں فرشتوں کے سردار حضرت روح الامین جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ اترتے ہیں (۳) تیسرا یہ کہ یہ رات ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل وبہتر ہے (۴) اس رات میں صبح صادق تک خیر وبرکت امن وسلامتی کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

اس مبارک ومقدس رات کا نام "لیلۃ القدر" ہے۔ مفسرین کرام نے تین وجوہات بیان کی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں جو لیلۃ القدر ہے اس کے معنی تقدیر وحکم کے ہیں، چوں کہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لئے جو کچھ تقدیر ازل میں لکھا ہے، اس کا جو حصہ اس سال رمضان سے لے کر اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالے کردیا جاتا ہے، جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ امور کے لئے مامور ہیں اس لئے اس رات کا نام لیلۃ القدر رکھا گیا ہے۔

لیلۃ القدر کے ایک معنی عظمت وشرافت کے بھی آتے

ہیں، چنانچہ عربوں کا ایک مقولہ (کہاوت) ہے کہ ''فلاں شخص کی فلاں شخص کے نزدیک بڑی قدر و منزلہ ہے''یعنی یہ شخص اس کے نزدیک بہت بزرگ اور مرتبہ والا ہے، چوں کہ یہ رات بھی عظمت وشرافت والی رات ہے، اس لئے اس کا نام ''لیلۃ القدر'' رکھا گیا۔ پھر اس رات میں عظمت و بزرگی ہونے کے بھی دو وجہ ہیں، ایک تو یہ کہ جو شخص اس رات میں شب بیداری اور عبادت گزاری کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بزرگ اور مرتبہ والا شخص ہو جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ اس رات میں جو عبادت کی جاتی ہے وہ عبادت دوسری راتوں کی عبادت سے شرف و مرتبہ میں بہت بڑھ جاتی ہے۔

حضرت ابو بکر وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس شب کا نام ''شب قدر'' اس لئے رکھا گیا ہے کہ ایک تو اس میں مرتبہ وشان والی کتاب یعنی قرآن مجید نازل ہوئی ہے، دوسری ذی مرتبہ فرشتے جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ نازل ہوئی ہے۔ تیسرے ذی مرتبہ امت پر نازل ہوئی ہے۔ شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لفظ ''قدر'' کو سورۃ القدر میں تین مرتبہ استعمال فرمایا ہے۔

لیلۃ القدر رکھنے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ ''قدر'' کے ایک معنی ''ضیق''، یعنی تنگی کے آتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے ''اور جب وہ اس کو آزماتا ہے تو اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے'' (سورۃ الفجر) چوں کہ اس رات میں ہی زمین پر فرشتے اس قدر زیادہ تعداد میں اترتے ہیں کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ پڑ جاتی ہے، اس لئے اس رات کا نام ''لیلۃ القدر'' رکھا گیا۔

حضرت شیخ اسماعیل حقی صاحب اپنی مشہور زمانہ تفسیر ''تفسیر روح البیان۔ جلد ۱۰) میں اسی سورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں'' اگر تم یہ سوال کرو کہ قرآن مجید کو رات میں نازل کرنے کی کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ اکثر کرامات و عطیات، برکات وخیرات کا نزول اور آسمانوں کی طرف (اسراء) معراج یہ رات ہی میں ہوا ہے۔ رات جنت کا سماں ہے کہ محل آرام وراحت ہے اور دن دوزخ کا نقشہ پیش کرتا ہے کہ اس میں آدمی حصول روزگار و معاش کے لئے نکلتا ہے اور اس میں مشقت و پریشانی اٹھاتا ہے۔ دن میں لباس پہنتا ہے اور محبوب سے فراق ہوتا ہے اور رات میں آدمی بستر پر آرام اور محبوب کا وصال حاصل کرتا ہے۔ رات کی عبادت دن کی عبادت سے افضل ہے، کیونکہ رات میں انسان کو یکسوئی اور جمعیت قلبی حاصل ہوتی ہے اور عبادت کا مقصود یہی ہے کہ قلب حاضر ہو''۔ اس کی فضیلت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کو رات میں نازل فرمایا۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ رات کو دن پر فضیلت ہے یا دن کو رات پر۔ صاحب روح البیان کی اس تفسیر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رات افضل ہے دن سے اور رات کے افضل ہونے کی ان وجوہات کے علاوہ اور کئی وجوہات بتائے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ کہ راتوں میں تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی رات رکھا ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، لیکن دنوں میں کوئی دن ایسا نہیں ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا نزول لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر رات میں ہوا ہے نہ کہ دن میں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا ظہور رات میں ہوتا ہے، چنانچہ اکثر احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ رات راحت وآرام اور امن وسلامتی کا وقت ہے۔ شاید اسی وجہ سے جانور کو رات میں ذبح کرنے کو مکروہ بتایا گیا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے وقت دشمن پر رات میں حملہ نہیں فرماتے تھے (آج کی دنیا کے لیے یہ بات قابل غور ہے) رات میں سفر کی ترغیب دی گئی ہے کہ اس میں

مسافت طے ہوتی ہے اور منزل جلدی کٹتی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل الاوقات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث مرفوعاً ذکر کیا ہے، جس کا ترجمہ ہے ''لیلۃ القدر کی شب آتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے، تو وہ فرشتوں کی ایک بڑی جماعت کے جھرمٹ میں زمین کی طرف اترتے ہیں۔ان فرشتوں کے پاس سبز جھنڈے ہوتے ہیں، جس کو وہ کعبۃ اللہ کی چھت پر گاڑ دیتے ہیں۔ جبرئیل امین کے سو پر ہیں جن میں سے وہ دو پر صرف اسی رات میں کھولتے ہیں (دو پر کی لمبائی اور چوڑائی کا حال یہ ہوگا کہ) وہ دو پر مشرق ومغرب سے تجاوز کر جاتے ہیں۔جبرئیل امین اس رات فرشتوں کو ابھارتے ہیں، چنانچہ وہ فرشتے ہر اس بندے کو سلام کرتے ہیں جو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر میں مشغول ہو اور وہ فرشتے ان لوگوں سے مصافحہ بھی کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔پس جب صبح ہو جائے ہے تو جبرئیل امین فرشتوں کو آواز دے کر کہتے ہیں کہ بس اب چلو، تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ''اے جبرئیل اللہ تعالیٰ امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مومنوں کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے؟ جبرئیل امین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نظر رحمت سے دیکھتے ہوئے ان سے درگزر فرما کر انہیں بخش دیا ہے۔سوائے چار شخصوں کے۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ چار اشخاص کون ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (۱) عادی شراب خور (۲) والدین کا نافرمان (۳) رشتے ناطے توڑنے والا (۴) اور مشاحن۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ مشاحن سے کون مراد ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''کینہ پرور''۔

اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن میں لیلۃ القدر میں فرشتوں کے زمین پر اترنے کے بارے میں تفصیل آئی ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اس شب میں عبادت کرنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں، جس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

ایسی مقدس رات اس امت کو کیوں عطا ہوئی، اس کے کئی وجوہات احادیث میں بتائے گئے ہیں۔ یہاں پر صرف ایک حدیث نقل کر کے مضمون ختم کیا جاتا ہے۔ الدر المنثور جلد ۶ میں ایک حدیث شریف اس سلسلے میں نقل کی گئی ہے۔حضرت علی اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار (بڑے بڑے پیغمبر) حضرات (۱) حضرت ایوب (۲) حضرت زکریا (۳) حضرت حزقیل اور (۴) حضرت یوشع بن نون علیہم السلام کا ذکر فرمایا کہ ان حضرات نے اسی اسی برس اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور پلک جھپکنے کے برابر بھی اس کی نافرمانی نہیں کی۔ جب یہ صحابہ کرام نے سنا تو اس پر ان کو تعجب ہوا (یعنی اپنے اعمال اور عمر کو بہت ہی کم خیال کئے) تو فوراً ہی جبرئیل علیہ السلام حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کی امت کو ان حضرات کے اسی اسی سال کی عبادت کرنے پر تعجب ہو رہا ہے۔اللہ تعالیٰ (آپ کی امت کے لئے) اس سے بہتر چیز بھیجی ہے، چنانچہ جبرئیل امین نے سورۃ القدر پڑھ کر سنائی اور فرمایا ''یہ اس سے بہتر ہے جس پر آپ اور آپ کی امت کو تعجب ہو رہا ہے''۔ یہ سن کر نبی کریم علیہ السلام اور صحابہ کرام خوش ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اس رات میں عبادت کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری عبادتوں کو درجہ قبولیت عطا فرمائے اور ہم سب کو اپنے مقبول بندوں میں شامل کرے اور ہم سب کو اللہ اور اس کے رسول اور والدین کا فرماں بردار

بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس شخص نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے خالص اللہ کے لیے عبادت کی تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے گئے (بخاری شریف) حضرت سید نا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ شب قدر کے بارے میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب شب قدر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک سبز جھنڈا لئے فرشتوں کی بہت بڑی فوج کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں اور اس سبز جھنڈے کو کعبہ معظمہ پر لہرادیتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سو بازو ہیں، جن میں سے دو بازو صرف اسی رات کھولتے ہیں، وہ بازو مشرق ومغرب میں پھیل جاتے ہیں۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ جو کوئی مسلمان آج کی شب (یعنی شب قدر) میں نماز یا ذکر میں مشغول ہے اس سے سلام ومصافحہ کرو اور ان کی دعاؤں پر آمین بھی کہو صبح تک یہی سلسلہ چلتا رہتا ہے، صبح ہونے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو پھر واپس چلنے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں ''اے جبرئیل علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حاجات کے بارے میں کیا کیا'' حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر خصوصی نظر کرم فرمائی اور چار قسم کے لوگوں کے علاوہ تمام لوگوں کو معاف فرمادیا'' صحابہ کرام نے عرض کیا ''یارسول اللہ: وہ چار قسم کے لوگ کون ہیں''۔ ارشاد فرمایا ایک تو عادی شرابی، دوسرے والدین کے نافرمان، تیسرے قطع رحمی کرنے والے اور چوتھے وہ لوگ جو آپس میں بغض وکینہ رکھتے ہیں اور آپس میں قطع تعلق کرنے والے ہیں''۔ ان چار قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرماتا۔

حضرت سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو''۔ (بخاری) حدیث شریف کے مطابق شب قدر کو رمضان المبارک کی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ اور ۲۹ ویں کی راتوں میں تلاش کرو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' تمہارے لئے وہ مہینہ آچکا ہے جس میں ایک بات ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، جو اس رات سے محروم رہ گیا، وہ گویا کہ ساری ہی بھلائی سے محروم رہ گیا اور اس بھلائی سے وہی محروم ہوتا ہے جو واقعی محروم ہو''۔ دنیا والوں کی نظر میں سب سے بڑا بیوقوف اور نادان وہی ہے جو کمائی کے موسم کو یوں ہی گنوادے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرا بیٹھا رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک میں سب سے بدنصیب اور محروم وہ ہے، جو نیکیوں کا بہترین موقع اور مغفرت کا اچھا وقت ضائع کردے اور کچھ نہ کرسکے۔

اس رات کی منجملہ علامتوں میں یہ ہے کہ وہ رات کچھ کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے، صاف وشفاف، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ سرد، بلکہ معتدل۔ اس رات میں صبح تک شہاب ثاقب شیاطین کے نہیں مارے جاتے، اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے ٹھنڈا طلوع ہوتا ہے اور ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ''یارسول اللہ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہو ''اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی' اے اللہ! بے شک تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، پس مجھ کو معاف فرمادے۔

☆☆☆

ایمان والوں کے باھمی حقوق

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم للمؤمن علی المؤمن ست خصال یعوده اذا مرض ویشهده اذا مات ویجیبه اذا دعاه ویسلم علیه اذا لقیته ویشمته اذا عطس وینصح له اذا غاب او شهد.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کے مومن پر چھ حق ہیں جب وہ بیمار ہو تو مزاج پرسی کرے اور جب مرجائے تو جنازہ پر حاضر ہو، جب دعوت دے تو قبول کرے، جب اس سے ملے تو اسے سلام کرے اور جب چھینکے تو جواب دے اور اس کی خیر خواہی کرے (خواہ) جب وہ غائب ہو یا حاضر۔ (نسائی شریف بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

اس ارشاد مبارکہ میں ان بنیادی امور کے متعلق صراحت فرمائی گئی ہے جن کا تعلق مؤمنین کے آپسی حقوق سے ہے اور جن سے دینی معاشرہ کی پہچان ہے اور جو اسلامی اقدار کے مؤثر پہلوؤں کے آئینہ دار ہیں، ان میں پہلا حق جو ایک مؤمن کا دوسرے مؤمن پر ہے وہ یہ کہ اگر بیمار ہو تو اس کی مزاج پرسی کرے، اس کی بڑی فضیلت اور اجر عظیم ہے۔ ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت ومغفرت کی دعاء کرتے ہیں اور جو شام کے وقت عیادت کرتا ہے اس کے لئے ستر ہزار فرشتے صبح تک دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ ہے۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اچھا وضو کیا اور محض ثواب حاصل کرنے کی غرض سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو اس کی ساٹھ برس کی مسافت کے فاصلے پر دوزخ سے دور کر دیا جاتا ہے (احمد) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تم کسی کی مزاج پرسی کو جاؤ تو موت کے بارے میں اس کا رنج وغم دور کرو اگرچہ اس سے اس کی موت کا وقت ٹل نہیں سکتا لیکن اس کا دل خوش ہو جائے گا (ترمذی وابن ماجہ) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین عبادت یہ ہے کہ مزاج پرسی کے بعد فوراً اٹھ جائے۔ (بیہقی)

دوسرا حق یہ ہے کہ جب کوئی مؤمن بھائی مرجائے تو

جنازہ پر حاضر ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ کے لئے جانے میں جلدی کرو اس لئے کہ اگر وہ نیک آدمی کا جنازہ ہے تو اسے خیر کی (منزل) کی طرف جلد پہنچانا چاہئے اور اگر بدکار کا جنازہ ہے تو برے کو اپنی گردنوں سے جلد اتار دینا چاہئے۔ (بخاری و مسلم) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان کا تقاضہ سمجھ کر اور حصول ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ ساتھ چلے یہاں تک کہ اس کی نماز پڑھے اور اس کے دفن سے فارغ ہو تو وہ دو قیراط ثواب لے کر واپس لوٹتا ہے، جس میں ہر قیراط احد (پہاڑ) کے برابر ہے اور جو شخص صرف جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے اور دفن میں شریک نہ ہو تو وہ ایک قیراط کا ثواب لے کر واپس ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حق مؤمن میں تیسرا حق دعوت کا قبول کرنا ہے۔ اور جب مؤمن اپنے مؤمن بھائی کی دعوت قبول کرلے اور اس کا مہمان بن جائے تو دعوت دینے والے میزبان پر اپنے مہمان کا احترام واکرام ضروری ہے۔ حضرت ابو الاحوص سے روایت ہے کہ ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، ''یا رسول اللہ! فرمایئے کہ اگر میں کسی شخص پر گزروں تو نہ وہ میری مہمانی کرے نہ مجھے دعوت دے، پھر وہ بعد میں مجھ پر گزرے تو میں اسے مہمان بناؤں یا بدلہ لوں''، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ ''مہمان بناؤ'' (ترمذی) یعنی اس سے بے مروتی نہ کرو اس کو حق مہمانی دو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ (بے وجہ شرعی) دعوت قبول نہ کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو بغیر دعوت کے پہنچ جائے تو وہ چور کی طرح گیا اور ڈاکو بن کر نکلا۔ (ابوداؤد)

مؤمن پر مؤمن کا چوتھا حق سلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سلام آپس میں محبت بڑھانے کا سبب ہے (مسلم) حضور علیہ السلام نے کلام سے پہلے سلام کا حکم دیا ہے۔ (ترمذی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' سلام میں پہل کرنے والا غرور وتکبر سے پاک ہے'' (بیہقی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ''اے بیٹے! جب تو گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کر کیونکہ تیرا سلام تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے برکت کا سبب ہے''۔ (ترمذی)

پانچواں حق چھینک کا جواب دینا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کسی کو چھینک آئے تو ''الحمدللہ'' کہے اور اس کا بھائی یا ساتھ والا ''یرحمک اللہ'' کہے جب ''یرحمک اللہ'' کہہ لے تو چھینکنے والا اس کے جواب میں کہے ''یہدیکم اللہ ویصلح بالکم'' (بخاری شریف)

چھٹا حق مؤمن کا مؤمن پر یہ ہے کہ اس کی خیر خواہی کرے خواہ وہ موجود ہو یا غیر حاضر ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہے گا اللہ اس کی حاجت روائی کرے گا اور جو مسلمان سے کوئی تکلیف دور کرے گا اللہ اس سے قیامت کے دن کی تکالیف دور کرے گا اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دن اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (بخاری و مسلم روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

☆☆☆

بہار اور سلسلہ مداریہ

حضرت سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی
(زیب سجادہ خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ پٹنہ سیٹی)

بہار کو جہاں ایک طرف قبل مسیح اور بعد مسیح اکثر علاقہ ہندوستان کی راجدھانی ہونے کا شرف حاصل رہا ہے وہیں روحانی اعتبار سے بہار معاصر دینی و مذہبی حرکات وسکنات کا بھی کلیدی محور رہا ہے۔غرض کہ بہار سناتن، جین اور بودھ افکار و خیالات کے نشو ونما اور ارتقا میں بھی مرکزی رول ادا کرتا رہا ہے۔عہد وسطیٰ میں جب اسلامی افکار و عملیات مطلع عالم پر نمایاں ہوئے اور مشائخ صوفیہ کا رخ ہندوستان کی جانب ہوا تو شمال سے مشرق کی جانب بڑھنے والا ہر قدم بہار سے گذرا اور ان میں سے بعض اہم شخصیات نے اسی کو اپنا مرکز عمل بنایا چنانچہ تقریباً تمام سلاسل طریقت کے اہم مراکز یہاں قائم ہوئے۔چشتی اور سہروردی سلسلے کے نہایت اہم مراکز یہاں اسی زمانے میں نہ صرف قائم بلکہ مضبوط اور معروف ہو چکے تھے جس زمانہ میں بدایوں اور دہلی میں مراکز جاذب نظر ہو رہے تھے۔فردوسی سلسلے کا تو بہار دارالسلطنت رہا۔شطاری سلسلہ کے بانی شیخ عبداللہ شطار کے بعد دوسرا اہم نام حضرت قاضن علا شطاری کا ہے جن کی وجہ سے بہار سلسلہ شطاریہ کا سب سے بڑا مرکز بنا اور آج سلسلہ شطاریہ کی 99 فی صد شاخیں انہیں کے توسط سے دنیا میں نمو پذیر ہیں۔حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاکباز کی بدولت بہار سلسلہ قادریہ اور مشرب ابوالعلائیہ کا بھی مرکز نگاہ بنا۔آج سلسلہ مداریہ کے حوالے سے بہار پر ایک سرسری نظر ڈالنا مقصود ہے۔ سلسلہ مداریہ کے مزاج و آھنگ اور شجرے پر بحث کسی دوسرے موقع پر یہاں صرف فیضان کا ایک جائزہ پیش ہے۔

سلسلہ فردوسیہ کا شمس بازغہ نماز ظہر کے بعد جب صلوۃ وسطیٰ کی خبر دینے کی جانب رواں دواں تھا تو سایہ روحانی دو مثل ہو رہا تھا یعنی فردوسیہ کے ساتھ ساتھ مداریہ بھی زمانہ کے لیے سبب توقیت بن رہا تھا۔اگر **مرآۃ الاسرار** اور **بحر زخار** کی اطلاع پر اعتبار کریں تو بہار وہ سرزمین ہے جہاں حضرت مدار کی آمد کی پیش گوئی کی جا رہی ہے اور وہ بھی حضرت مخدوم جہاں کی زبان مبارک سے، ملاحظہ ہو:

عن قریب درین سر زمین شیخ بدیع الدین قطب المدار میرسید

مرآۃ الاسرار، **بحر زخار** اور **گنج ارشدی** سے یہ اطلاع ملتی ہے کہ بہار میں ایک ایسی ذات گرامی آسودہ ہے جو ذو بحرین ہے یعنی فردوسی اور مداری دونوں فیوضات سے بہرہ ور ہے اور وہ ذات کریمہ حضرت مخدوم حسین بن معز نوشہ توحید/سمندر توحید بلخی فردوسی (م 841ھ) کی ہے۔

صاحب **مرآۃ الاسرار** فرماتے ہیں:

> کہتے ہیں کہ آپ نے نصف کتاب **عوارف المعارف** حضرت شیخ شرف الدین (مخدوم جہاں) سے پڑھی تھی کہ آپ نے کمال جوہر شناسی سے ان کو نوشۂ توحید کہا۔جب حضرت شیخ کی وفات کا وقت آیا تو شیخ حسین کو فکر لاحق ہوئی۔آپ نے

آنکھ کھول کر فرمایا، بابا حسین! فکر مت کرو، میرے بعد حضرت بدیع الدین شاہ مدار اس ولایت میں آئیں گے، تم باقی نصف کتاب ان سے پڑھ لینا۔ چند سال کے بعد جب شاہ مدار جونپور تشریف لائے تو آپ بہار سے روانہ ہو کر ان کی خدمت میں پہنچے۔ شاہ مدار کی عادت تھی کہ ہمیشہ برقعہ منھ پر رکھتے تھے۔ شاہ حسین کے آتے ہی انہوں نے برقعہ اتار کر فرمایا، آؤ توحید کے سمندر خوش آمدید، میں تمہارے انتظار میں تھا۔ شیخ حسین نے سر زمین پر رکھ یہ شعر فی البدیہہ کہا:

کہ میگوید کہ حق صورت نہ بندد

مـــن ایـــنك دیـــده ام ذات مـــصـــور

(کون کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی صورت نہیں ہے، میں اس وقت صورت حق دیکھ رہا ہوں۔)

یہ سن کر شاہ مدار بہت خوش ہوئے اور ان کو بغل میں لے کر بہت نوازش فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے نصف کتاب عوارف آنحضرت سے پڑھی اور روحانی فیوض بھی حاصل کئے۔ (ص:1233...1232)

صاحب ''بحر زخار'' بھی اس اطلاع کو نقل فرماتے ہیں:

چو جذبہ بدو رسید نصف کتاب عوارف خواندہ بود کہ شیخ شرف الدین او را نوشۂ توحید فرمودہ درین اثنا شیخ بمرض موت مبتلا شداو متردد گردید شیخ وقت اخیر چشم باز کرد و فرمود کہ عنقریب درین سر زمین شیخ بدیع الدین قطب المدار میرسید نصف کتاب کہ باقی است ازو خواہی خواند۔ چوں قطب المدار بجونپور رسید وی از بہار خدمت قطب المدار را دریافت۔ برخود رسیدن او قطب المدار فرمود بیاسمندر توحید چیست در کنارش گرفت باقی ''عوارف'' بموجب اشارہ وصیت شیخ شرف الدین ازو بخواند و تربیت یافت۔

صاحب بحر زخار ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

شیخ مظفر بلخی کے بھتیجے ہیں، شیخ شرف الدین یحیٰ منیری کی درگاہ کے صاحب سجادہ تھے، آج تک آپ کی اولاد نسلاً بعد نسلٍ اس سجادہ مشیخت پر متمکن ہے۔

تحفۃ الابرار میں لکھتے ہیں:

قطب المدار سے ملاقات اور تلقین پانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ شیخ شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے **عوارف المعارف** کے کچھ اوراق کے درس نہ دیے اور فرمایا کہ ان اوراق کا پڑھنا کسی دوسرے بزرگ سے تمہارے نصیب میں ہے وہ ان اوراق کو دیکھتے ہی تم سے لے لے گا اور تم کو ان کا درس دے گا۔ جب آپ جون پور کے اندر حضرت قطب المدار کے حجرے پر پہنچے، اندر سے سید جمن کو آواز آئی کہ حسین آیا ہوا ہے، حاضرین میں جتنے بھی حسین تھے، سب نے اس صدا کو اپنے حق میں گمان کیا، پھر اندر سے آواز آئی کہ حسین معز بلخی آیا ہے، آپ دور بیٹھے ہوئے تھے، حکم ہوا کہ قریب آؤ، جب کچھ قریب آئے، تو اور زیادہ قریب آنے کا حکم ہوا، آپ نے شیخ سعدی کا یہ شعر پڑھا:

اگر یك سر موئے برتر پرم

فروغ تجلی بسوزد پرم

قطب المدار نے اس وقت فرمایا کہ تم سمندر ہو، اسی وقت سے آپ کا لقب سمندری ہوگیا۔ اس لقب کے سوا اور کوئی لقب آپ کا نہیں ہے۔ شیخ شرف الدین کے لکھے ہوئے اوراق **عوارف المعارف** کو ملاحظہ فرما کر قطب المدار نے ان کا درس دیا اور خرقہ خلافت سے ممتاز فرمایا، رخصت کے وقت معانقہ کے بعد فرمایا، جو کچھ بدیع الدین کے سینے میں ہے، سینہ حسین میں موجود ہے۔ آپ کا مزار مبارک بہار شریف میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ (جلد سوم، ص:248)

گنج ارشدی (حصہ چہارم، ص:147) میں گوہرستان مصنفہ شیخ عزیز اللہ بناری سے منقول ہے:

شیخ حسین معزشمس بلخی مقتدائے وقت خود بود و پیشوائے ارباب توحید در روزگار پیوستہ توحید برزبان داشت و شیخ بدیع الدین مدار وے را سمندر توحید خواندے۔

(حاشیہ وسیلہ شرف وذریعہ دولت، ص:100)

''مرآۃ الاسرار'' اور ''بحر زخار'' کی مذکورہ روایت کی تائید ''مناقب الاصفیاء''، ''گنج لا تخفیٰ'' اور ''مونس القلوب'' وغیرہ قدیم ماخذ سے نہیں ہوتی ہے۔ حضرت مخدوم جہاں کے وقت اخیر میں مخدوم حسین کا پیش مخدوم ہونا دو وجہ سے ممکن نہیں۔

(1) وصیت نامۂ مخدوم جہاں جو اخیر وقت کا چشم دید حال ہے اس میں مخدوم حسین کا ذکر موجود نہیں۔

(2) مخدوم حسین ہمیشہ سفر وحضر میں اپنے چچا مولانا مظفر بلخی کے ہمراہ رہے اور وہ ان دونوں عرب میں تھے۔

ہاں یہ قرین قیاس ہے کہ حضرت شیخ بدیع الدین مدار اور حضرت مخدوم حسین نوشئہ توحید بلخی کی ملاقات واقع ہوئی ہو اور ان کے بارے میں حضرت مدار نے ''سمندر توحید'' فرمایا ہو۔

بہار میں سلسلہ مداریہ کی دوسری اہم شخصیت حضرت شیخ جمال الدین المعروف بہ جمن مداری (جان من جنتی) کی ہے۔ آپ کا فیض آستانہ بمقام ہلسہ ضلع پٹنہ مرجع خلائق ہے۔

حضرت شیخ جمال الدین شمال مشرقی ہندوستان میں سلسلہ مداریہ کے اولین شیخ ہیں اور آپ کی عظمت و بزرگی پر زمانہ گواہ ہے۔

آپ سرخیل سلسلہ مداریہ کے سب سے مقرب مرید اور مایہ ناز خلیفہ ہیں۔ صاحب بحر زخار (جلد:3،ص:237) فرماتے ہیں:

> حضرت قطب المدار کے افضل خلفا اور اعلیٰ مریدوں میں ہیں، مدتوں مرشد کی صحبت میں رہے، فیوض حاصل کیے اور صاحب ارشاد بن گئے۔

مرآۃ مداری میں شیخ عبدالرحمٰن لکھتے ہیں:

> جب شیخ مدار سے نعمت وخلافت حاصل کی، شیخ شرف الدین احمد یحییٰ بہاری کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، ایک مدت تک آپ کے آستانے پر مزار مبارک کے سامنے ایک تختہ بنا کر کھڑے رہے اور اپنی استقامت کے لیے دعا کرتے رہے، شیخ شرف الدین مخدوم بہار علیہ الرحمہ نے ازراہ کرم عالم خواب میں آپ سے فرمایا کہ ہلسہ میں ایک طاقتور دیو ہے جو مخلوق کو ایذا پہنچا رہا ہے، اسے قتل کر کے استقامت حاصل کرو، حضرت نے اس جگہ پہنچ کر دیو کو قید کرلیا، زنجیر میں جکڑ کر پتھر کے نیچے ڈال دیا، اب تک جو لوگ بھی آپ کے مزار کی زیارت کے لیے ہلسہ جاتے ہیں، ایک پتھر پر قدم رکھ کر جس کے نیچے وہ دیو قید ہے مزار مبارک تک پہنچتے ہیں۔
>
> ایک دن شیر شاہ سوری بادشاہ ہندوستان آپ کی خدمت میں امتحان کرامت کے لیے پہنچا، دل میں سوچا کہ سخت جاڑے کے موسم میں اگر سید مجھے آم عطا کریں گے تو میں جان لوں گا کہ آپ کامل ولی ہیں۔ اس وقت حضرت کے ہاتھ میں آم تھا، آدھا آم کھا کر شیر شاہ سوری کے ہاتھ میں دیا، وہ آپ کی کرامت کا قائل ہوگیا، لیکن آم کو جوٹھا سمجھ کر نہ کھایا اور اپنے خادم کو دے کر رخصت ہوگیا۔ حضرت نے اپنے مریدوں سے فرمایا، اگر بادشاہ اس جوٹھے آم کو کھا لیتا، تو اس کے فرزندوں میں حکومت باقی رہتی، لیکن اس کے نصیب میں یہ بات نہیں تھی، وہ کیوں کھاتا۔

تحفۃ الابرار کے مصنف لکھتے ہیں:

آپ ستر پوشی کی مقدار ایک لباس کے علاوہ دوسرا لباس نہ پہنتے (فقط لنگی زیب تن کرتے) اس بارے میں ارشاد فرماتے، جس طرح میں عدم سے عریاں عالم وجود میں آیا، اسی طرح مجھے قبر میں عریاں دفن کریں۔ ایک بزرگ نے اس مقام پر یہ شعر کہا:

ز مادر برہنہ رسیدم فراز
بہ حاکم برہنہ سپارند باز

شیر شاہ سوری کے عہد حکومت میں 14 محرم الحرام کو وفات پائی۔ آپ غیر شادی شدہ دنیا سے تشریف لے گئے، وفات کے بعد آپ کے منہ بولے بیٹے ملک آدم جانشین ہوئے۔

شیخ آدم کے بیٹے شیخ عالم کے دور سجادگی میں بعہد شیر شاہ حضرت شیخ جمن مداری ہلسوی کے گنبد کی تعمیر نو ہوئی جس کا کتبہ ہنوز موجود ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم
لا اله الا الله محمد رسول الله
تذکرہ مرمت۸

گنبد بندگی حضرت میران سید جمن مداری قدس الله روحه بحضور بندگی میاں شیخ عالم ادم شاه جمن مداری در عمل حضرت سلیمانی شیر شاه سلطان خلد الله ملکه و سلطانه بر آورده دریا خان زنگی هود نو حانی خاص خیل التاسع والعشرون من ماه صفر ختم الله با لخير والظفر سنه950 کار فرمان شمس مداری

ایک دوسرا کتبہ آپ کی درگاہ کی مسجد کا ملتا ہے جسے شیر شاہ کے بیٹے سلیم شاہ کے دور میں تعمیر ہوئی:

1 يا مالك الملك لبانيه — و قائله و كاتبه
2 بدرگاه ولی حق جمن شاه — که او مردی ز مردان خدا بود
3 بدور شه سلیم اکبر اں شاه — که او حامی شرع مصطفی بود
4 بنای مسجد [ی] بنهاد مردی — که از جان دوستدار مرتضی بود
5 خرد پرسید کیں شخصے که بانیست — بگو نامش چه تاریخ از کجا بود

6 ز غیب امد ندای کای خردمند — بگو تاریخ و نام او رضا بود

7 ر ض ا ب و د — سنہ الف و ثلاثہ عشر ہزار و سیزدہ

200 80[0] 1 2 6 4 — 1013

آپ کے مریدین اوراور خلفا کا حلقہ کافی وسیع تھا لیکن امتداد زمانہ سے اس کی تفصیل پردۂ خفا میں ہے۔

حضرت شیخ جمال الدین (جمن جتی) جان من جنتی ہلسوی قدس سرہ سے حضرت شیخ قطب الدین بینائے دل جونپوری کو بھی اجازت حاصل تھی اور مداریہ سلسلہ کا فیضان جملہ سلاسل قطبیہ سے مالا مال خانوادوں میں جاری ہے۔

بہار شریف میں خانقاہ معظم کے قریب گنگن دولہا کا ایک ٹیلے پر آستانہ ہے وہ بھی آپ ہی کے خلیفہ ہیں اور مہاراشٹر ممبئی کے کلیان میں آسودہ معروف مداری صوفی حاجی ملنگ ان کے خلیفہ ہیں۔

مداریہ سلسلہ کا فیضان حضرت قاضن علا شطاری (م 901ھ) کے ذریعہ بھی کافی وسیع ہوا۔ آپ بانی سلسلہ کے ممتاز خلیفہ حضرت شیخ حسام الدین سلامتی جونپوری کے خلیفہ ہیں اور آپ کے ذریعہ پورے برصغیر میں اس سلسلہ کی اجازت پھیل گئی ہے۔ مداریہ منعمیہ سلسلہ کا شجرہ بھی اسی واسطے سے رائج ہے۔

حضرت مخدوم منعم پاک عن حضرت دیوان خلیل عن حضرت دیوان ابوسعید جعفر عن دیوان سید اہل اللہ عــن حضرت سید نظام الدین بہاری عــن حضرت سید نصیر الدین بہاری عن حضرت شیخ عبدالسلام علن جونپوری عن حضرت حاجی حمید حصور عن شیخ ابو الفتح ہدیۃ اللہ سرمست عــن حضرت قاضن علا شطاری عــن حضرت شیخ حسام الدین سلامتی جونپوری عن حضرت سیدنا بدیع الدین مدار قدس اللہ اسرارہم۔

بہار کی راجدھانی پٹنہ میں حضرت مدار العالمین کے ایک اور جید خلیفہ حضرت قاضی محمود کنتوری کا فیضان بھی پہنچا۔ حضرت قاضی صاحب کے صاحبزادے اور جانشیں شیخ ابوالحسن مٹھا مداری کے پوتے شیخ محمود مداری کنتور (اودھ) سے پٹنہ تشریف لائے اور لودی کٹرہ میں قیام فرمایا۔ اس زمانے میں ایک نامور جوگی جے کشن بہت معروف تھا۔ وہ آپ کا شہرہ سن کر آپ سے ملاقات کا مشتاق ہوا اور بعد ملاقات اس قدر معتقد ہوا کہ آپ ہی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو کر حلقہ مریدین میں داخل ہو گیا۔ لودی کٹرہ میں شیخ محمود مداری کی مسجد حجرہ اور مقبرہ ہنوز موجود ہے۔

پٹنہ سیٹی کے سیٹی اسکول کے میدان کے ایک گوشے میں حضرت شاہ مٹھا کا مزار مبارک ہے۔ موجودہ سیٹی اسکول سے منگل تالاب کے علاقہ تک آپ ہی کی خانقاہ کا علاقہ تھا۔ آپ ہی نے ایک گڑھی کھدوائی تھی جو شیخ مٹھا کی گڑھی کہلاتی تھی۔ انگریزی دور سلطنت میں ایک انگریز افسر مینگل نام کا پٹنہ میں ذمہ دار تھا، اس نے شیخ مٹھا کی گڑھی کی نشاۃ ثانیہ کرائی تو اس کے نام سے منسوب ہو کر مینگلس ٹینک اور منگل تالاب کہلانے لگا۔

یہ شیخ مٹھا بھی مداری سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بعض روایت میں یہ ہے کہ حضرت شیخ مٹھا مداری کنتور سے یہاں تشریف لائے تھے اور قیام فرمایا تھا اور آج جہاں آپ کا مزار کہا جاتا ہے وہ دراصل ان کا چلہ تھا۔ واللہ اعلم۔ یہ بات قرین قیاس ہے اس لیے کہ شیخ محمود مداری کو بھی پٹنہ کنتور سے ان کے دادا شیخ مٹھا مداری نے ہی بھیجا تھا۔

मज़हबे इस्लाम की एक अहम तालीम "ज़कात"

इस्लाम की एक अहम तालीम ज़कात है। कुरआन में इसको दीन क्य्यम का एक रुक्न करार दिया गया है। और उसको ततहीर व तज़किया का ज़रिया बताया गया है। रसूलअल्लाह सल्लल्लाहो अलैहि वसल्लम ने फरमाया "तर्जुमा" यानी आदमी के लिये ख़राबी है जो माल को जमा करे और उसकी ज़कात अदा न करे (इब्ने माजा किताबुल ज़कात) ख़लीफा अव्वल हज़रत अबुबक्र सिद्दीक रज़ि. ने फरमाया की ज़कात माल का हक़ है कुरआन में बहुत सी आयते हैं जिन मे ज़कात का हुक्म दिया गया है एक आयत में ज़कात के खर्च की तफसीली मदे बताई गयी है। "तर्जुमा" सदकात तो फ़कीरो और मिस्कीनो के लिये है और उन कारकुनो के लिये जो सदकात के ऊपर मुकर्रर है और उनके लिये जिन की तालीफ कल्ब मतलूब है और गरदने छुड़ाने में और कर्ज़दारो के कर्ज़े में और अल्लाह के रास्ते में और मुसाफिर की इमदाद में यह एक फरीज़ा है अल्लाह की तरफ से और अल्लाह अलीम व हकीम है। ज़कात एक इबादत है अदायगी के एतबार से वह इसी तरह एक शख़्सी अमल है जिस तरह नमाज़ एक शख़्सी अमल है अलबत्ता इस्लाम में इबादात को इज्तिमाई ज़िन्दगी से जोड़ दिया गया है ताके उसका फायदा पूरे समाज तक वसी हो सके यही मामला ज़कात का भी है ज़कात एक फर्द अपने माल से निकालता है मगर उसके खर्च की मदे इस तरह मुकर्रर की गयी हैं की उसका फायदा पूरे समाज को और तमाम इन्सानियत को पहुंच सके। सूरह तौबा की इस आयत में "सदकात" का लफ्ज़ है अक्सर उलमा ने उससे ज़कात मुराद ली है हम कुछ उलमा की राय यह है की कुरआन ने जब ज़कात का लफ्ज़ छोड़ कर यहां सदकात का लफ्ज़ इस्तेमाल किया है तो हमे इससे ज़कात समीत तमाम माली अतियात को मुराद लेना चाहिये। आयत में कुल आठ मुद्दो का ज़िक्र है मगर उनमें एक फर्क है इब्तेदाई चार मुद्दो का ज़िक्र 'लाम' (लिये) के हर्फ के साथ है और बात की चार मुद्दो का ज़िक्र नी (में) के हर्फ के साथ है उससे मालूम होता है की इब्तेदाई मुद्दो में शख़्सी तमलीक मुराद है यानी इनफिरादी तौर पर किसी को देना और बकिया चार मुद्दो में शख़्सी तमलीक के साथ इज्तिमाई मद भी शामिल है मसलन मुसाफ़िर को शख़्सी तौर पर भी सद्कात की रकम दी जा सकती है और मुसाफिर खाना जैसी तामीर में भी इसको खर्च किया जा सकता है जिस्से मुसाफिर को फायदा पहुंचे।

सबीलिल्लाह (अल्लाह के रास्ते) की नोईय्यत मुतईयन करने में उलमा के दरमियान इख़्तिलाफ वाके हुआ है उलमा की एक तादात का कहना है की उसमे भी तमलीख़ ज़रूरी है यानी किसी फर्द वाहिद ही को दिया जायेगा नाकि किसी इज्तिमाई मद्द में दूसरी राय यह है की इनफिरादी तमलीख़ और इज्तिमाई मद्द दोनो में देना जायज़ है। सबीलिल्लाह से क्या मुराद है उसमें भी उलमा में इख़्तिलाफ हुआ है एक गिरोह की राय यह है की सबीलिल्लाह से मुराद सिर्फ जिहाद है और दूसरे गिरोह का कहना है की नहीं उसमें तमाम उमूर खैर शामिल है मसलन हज, तालिबे इल्म, वगैरह (मुलाहिज़ा हो तफसीर कबीर इमाम राज़ी) आयत की अलफ़ाज़ से वाज़े है की सबीलिल्लाह को जिहाद (माअनी कताल) से मख़सूस करना सिर्फ इस्तनबाती है वह खुद अल्फाज़ कुरआन से रास्त तौर पर नहीं निकलता, बाज़ हदीस की बुनियाद पर उलमा के एक गिरोह ने कहा है की सबीलिल्लह का ताल्लुक सिर्फ कताल से नहीं है बल्कि वह एक आम हुक्म है।

मिसाल के तौर पर सही बुख़ारी(कितब अल-दियात बाब-अल-कासमा) की एक रवायत पर गुफ्तगु करते हुए इब्ने हिज्र अल असकलानी ने लिखा है की बाज़ उलमा ने उसको ज़ाहिरूल फाज़ पर महमूल किया है चुनांचें काज़ी अयाज़ ने बाज़ उलमा की राय नक्ल की है की ज़कात की रकम को मसालेहा आईम्मा में खर्च करना जायज़ है। उन्होने अपनी राय के हक में इस हदीस से और कुछ दूसरी हदीसो से इस्तदलाल किया है मज़ीद तफसील के लिये सूरह तौबह आयत नं 60 के तहत हसबेअहल तफसीरो में देखा जा सकता है।

1. तफसीरूल कबीर अल राज़ी 606 हि.
2. अलजामयल एहकामुल कुरआन अल करतबी 671 हि.
3. अलबहर अलमहीत अबुहयान 740 हि.
4. रूहुल मआनी आलूसी 1270 हि.

कुरआन व हदीस के मुताले से मालूम होता है की सबीलिल्लाह का लफ्ज़ सबील दीन के मानी मे है, ना के सबील कताल के मानी में-उसमें हर वह दीनी काम शामिल है जिसके लिये माली अआनत की ज़रूरत हो। जिहाद के मआनी सिर्फ कोशिश के है ना की कताल के चुनांचे हर दीनी काम के लिये कोशिश करना जिहाद है कुरआन से मालूम होता है की सबसे बड़ा जिहाद दावत दीन में कोशिश करना है। (वजाअलहुम बिही जिहादा कबीरा) इस लिहाज़ से सबीलिल्लाह की मद में दावत दीन और इशाअत इस्लाम का काम खुसूसी अहमियत के साथ शामिल होगा। असल यह है के दीन का इज़हार हर हाल

में और हमेशा तमलूब है अलबत्ता ज़माने के हालात के एतबार से उसकी तरजिहात में फर्क हो सकता है मसलन कदीम मक्का जैसे हालात हैं तो सबीलिल्लाह से मुराद सबसे ज़्यादा दावत और इशाअत इस्लाम का काम होगा और अगर फरीक सानी की अमली जारहैत के नतीजे में वफा की ज़रूरत पेश आजाए तो वफा में खर्च करने की अहमियत वक्ती एतबार से बढ़ जाएगी। वगैरह

मौजूदा ज़माने में इस्लाम को मुख़्तलिफ़ ताकतो की तरफ से चैलेंज दरपेश है यह चैलेंज जंगी नहीं है बल्कि इल्मी है आज इस्लाम का सबसे बड़ा वफाई मसला इल्म के मैदान में पेश आ रहा है इस लिये इस्लाम के इल्मी वफा के मुहाज़ पर ज़कात की मद से खर्च करना दो गुना अहमियत का हामिल है एक यह की वह दावत इस्लाम का काम है दूसरे यह के वह इस्लाम का वफाई भी है हदीस में है की कयामत तक मेरी उम्मत में ऐसा गिरोह रहेगा जो जिहाद करता रहेगा उसकी तशरीह इमाम बुख़ारी ने यह की है की (और वह अहले इल्म है) फतेह अल बारी बाशराह सहीउल बुख़ारी 306/13

हकीकत यह है की इल्म की राह से इस्लाम की इशाअत करना या इस्लाम का दिफा करना सबीलिल्लाह का सबसे बड़ा काम है। और सदकात (ज़कात) की रकम उस मद में खर्च किया जाना खास तौर पर मौजूदा ज़माने में उसकी सबसे अहम मद है यह एक मामुली बात है की दीन के अक्सर मसाईल में उलमा के दरमियान इख़्तिलाफ पाया जाता है इसी तरह ज़कात की मदो के मामलो में भी उलमा के दरमियान इख़्तिलाफ है, उसका सबब यह है की खुद दौरे अव्वल में सहाबा और ताबईन के दरमियान कसरत से इख़्तिलाफ पाया जाता था यही इब्तेदाई इख़्तिलाफ बाद के उलमा तक मुनतकिल हो गया उलमा ही ने लिखा है की यह इख़्तिलाफ उम्मत के लिये ऐन रहमत है क्यूं के उसकी वजह से दीन में तौसीअ की सिफत पैदा हो गयी है और उस बिना पर हमारे लिये यह मुम्किन हो गया है की हम बदलते हुए हालात में शरई एहकाम को अज़ सर नौ मुन्तबक कर सकें और हर दौर के हालात में उसके मे मुआफिक् कोई ना कोई या किसी ना किसी का कौल पालें। यह दीन इस्लाम की अब्दियत और हमा गीरियत का एक यकीनी सुबूत है।

(ज़कात) की रकम उस मद में खर्च किया जाना खास तौर पर मौजूदा ज़माने में उसकी सबसे अहम मद है यह एक मामुली बात है की दीन के अक्सर मसाईल में उलमा के दरमियान इख़्तिलाफ पाया जाता है इसी तरह ज़कात की मदो के मामलो में भी उलमा के दरमियान इख़्तिलाफ है, उसका सबब यह है की खुद दौरे अव्वल में सहाबा और ताबईन के दरमियान कसरत से इख़्तिलाफ पाया जाता था यही इब्तेदाई इख़्तिलाफ बाद के उलमा तक मुनतकिल हो गया उलमा ही ने लिखा है की यह इख़्तिलाफ उम्मत के लिये ऐन रहमत है क्यूं के उसकी वजह से दीन में तौसीअ की सिफत पैदा हो गयी है और उस बिना पर हमारे लिये यह मुम्किन हो गया है की हम बदलते हुए हालात में शरई एहकाम को अज़ सर नौ मुन्तबक कर सकें और हर दौर के हालात में उसके मे मुआफिक् कोई ना कोई या किसी ना किसी का कौल पालें। यह दीन इस्लाम की अब्दियत और हमा गीरियत का एक यकीनी सुबूत है।

खुलासा कलाम

कुरआन में वाज़े तौर पर बताया गया है की ज़कात की रकम को किन मदो में खर्च किया जाए यह कुल आठ मद हैं। फुकरा, मसाकीन, आमलीन ज़कात, मोअल्लिफ कुलूब, रकाब, ग़ारमीन, सबीलिल्लाह इब्निल सील (अलतोबा 60)

इन आयात में सात मदे हाजाती मदे है और एक मद (सबीलिल्लाह) वह है जिसको तहरीकी मद कहा जा सकता है हाजाती मद से मुराद जो शख़्सी ज़रूरत से ताल्लुक रखती है मुख़्तलिफ असबाब के तहत कोई शख़्स कभी वक्ती तौर पर और कभी मुस्तकिल तौर पर माशी एतबार से ज़रूरत मंद बन जाता है ऐसे लोगो को ज़कात के फण्ड से माली इम्दाद फराहम की जानी चाहिये सबीलिल्लाह की मद एक तहरीकी मद है यानी इस्लाम को एक दीनी मिशन और फलाह इन्सानियत की एक इस्कीम की हैसियत से जारी करना और उस सिलसिले में जो ज़रूरते पेश आती हैं उनको माली ताव्वुन देना, यह सबीलिल्लाह के रास्ते में खर्च करना है, बकिया मदे अगर इन्सानी ज़रूरत से ताल्लुक रखती हैं तो उस मद का ताल्लुक खुद इस्लाम की अपनी ज़रूरत से है, सबीलिल्लाह की यह मद ज़कात की आठ मदो मे से एक अहम मद है।

से एक अहम मद है।

तहरीकी मद से मुराद है- इस्लाम की मिशनरी ज़रूरते, इस्लाम की इशाअती मोहीम, इस्लाम के खिलाफ ऐतराज़ात का जवाब, इस्लाम को ताकतवर नज़रिये की हैसियत से पेश करना, इस्लाम पर हमलो का दिफा, यह तमाम मदे वह है जो इस्लाम को बतौर ऐक आलमी मिशन के उठाने की सूरत में पेश आती हैं और वह इस्लाम की नज़रयाती बरतरी को मुसलसल कायम रखने के लिये ज़रूरी है। यह एक निहायत आला काम है और उसमें बेहद सवाब है यह वह काम है जिसको कुरआन में खुदा की नुसरत कहा गया और उसके लिये मेहनत करने को जिहाद कबीर बताया गया है। यानी खुदा के दीन को फैलाने के लिये और उसको दुनिया में ऊँचा करने के लिये अपनी ताकतो को लगाना उस काम में अहले इस्लाम को हर तरह ताव्वुन पेश करना चाहिये उसकी खुसूसी अहमियत की बिना पर ज़कात फण्ड का एक हिस्सा उसके लिये खास कर दिया गया ताकी हर हाल में और हर दौर में उसको माल मिलता रहे और वह जारी और कायम रहे ।

QUARTERLY URDU

RAHBARE NOOR

MAKANPUR SHARIF, KANPUR
R.N.I.No. UPURD/054331/1347785/2019
L-POST REGISTRATION
"RAHBARE NOOR" K.P.(M.) /007/2021-23
MAKANPUR SHARIF, KANPUR, INDIA
PINCODE-209202

علی امام و علی ایمن و علی ایمان
علی امین و علی سرور و علی سردار

علی علیم و علی عالم و علی اعلم
علی حکیم و علی حاکم و علی مختار

CHIEF EDITOR
ABUL MASHARAB
SYED MUQTIDA HUSAIN JAFRI
H.O.: P.O. Makanpur Sharif, Kanpur Nagar,
India- 209202
Please Contact us: 995667119, 8737967832
6394344966, 9760422993, 8840701867

Al-Madaar Offset Kanpur
Mob.: 8795601301, 9616584408